آئین جونمرداں اور اقبال

محمد ریاض

علامہ اقبال کے مندرجہ ذیل اشعار ملاحظہ ہوں :

تری خاک میں ہے اگر شرر تو خیال فقر و غنا نہ کر
کہ جہاں میں نان شعیر پر ہے مدار قوت حیدری

نہ ستیزہ گاہ جہاں نئی ، نہ حریف پنجہ شکن نئے
وہی فطرت اسد اللهی، وہی مرحبی وہی عنتری (۱)

محبت از "جوانمردی" بجایی می رسد روزی
کہ افتد از نگاهش کارو بار دلربایی ها (۲)

مسلماں کے لہو میں ہے سلیقہ دل نوازی کا
مروت ، حسن عالمگیر ہے مردان غازی کا

دارا و سکندر سے وہ مرد فقیر اولیٰ
ہو جس کی فقیری میں بوئے اسد اللہی

"آئین جوانمرداں" حق گوئی و بیباکی
اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی (۳)

'جوانمردی' کہ خود را فاش بیند جہان کہنہ را باز آفریند
ہزاران انجمن اندر طوافش کہ او با خویشتن خلوت گزیند

'جوانمردی' کہ دل با خویشتن بست رود در بحر و دریا ایمن از شست
نگہ را جلوه مستی ها حلال است ولی باید نگہ داری دل و دست (۴)

اور اسی مضمون پر یا ان ہی خصوصی اصطلاحات کے حامل علامہ کے درجنوں دوسرے اردو اور فارسی اشعار ہیں۔

ان اشعار پر غور و خوض کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ علامہ کو آئین جوانمرداں، یا 'مسلک فتوت' سے ویسے ہی دلچسپی نہ تھی بلکہ اس شیوہ کا انہوں نے باقاعدہ مطالعہ بھی کر رکھا تھا۔ اس بات کا قوی امکان ہے کہ انہوں نے مستشرقین آلمانی کی وہ تحقیقات مطالعہ کی ہوں جو اس روش کے بارے میں کی جاتی رہی ہیں (۵)۔ بہر طور راقم الحروف کو چونکہ علامہ کے کلام کے ایک طویل مطالعہ کے بعد، آئین جوانمرداں، پر تحقیق کرنا پڑی اس لئے قدم قدم پر یاد آتا رہا کہ علامہ نے بھی اس مسلک کو یقینی طور پر پڑھ رکھا تھا ورنہ ان کے کلام میں اس فراوانی سے مسلک مذکور کی اصطلاحات اور مناسبات لفظی و معنوی موجود نہ ہوتے۔ لفظ ''مروت'' کو ہی لے لیں۔ یہ آئین جوانمرداں کا ایک خاص شعبہ ہے (۶) اور علامہ کے کلام میں بافراوانی اور صحیح سیاق کے ساتھ اس کا استعمال موجود ہے۔ لفظ ''عیار'' یا ''عیاری'' اجتماعی جوانمردی کی مخصوص اصطلاح ہے۔ اسی طرح کا ایک اور لفظ ''قلندر'' ہے جس سے علامہ کو ایک خاص شغف ہے اور اسے خود اپنے لقب کے طور پر بھی استعمال کرتے ہیں۔ بہر طور ایسی کئی اصطلاحیں موجود ہیں۔

جوانمردی یا فتوت کیا ہے ؟

جس شیوہ، آئین، مسلک یا مکتب فکر و عمل کی ہم توضیح کریں گے اور کلام اقبال سے اس کے بارے میں استشہاد ہو گا، اسے عربی میں فتوت یا اخیت یا فروسیت اور فارسی میں ''جوانمردی'' یا شوالیہ گری کہتے ہیں۔ لفظ ''شوالیہ''، شہسوار کا ہم معنی ہے اور فرانسیسی کے ''chevalier'' (انگریزی chivalrous) سے بنایا گیا ہے۔ اس مسلک فتوت یا جوانمردی کا پیرو فتی یا اخی یا حدث یا فارس یا شہسوار کہلاتا رہا ہے۔

فتی یا اخ کے الفاظ مفرد، تثنیہ اور جمع کی صورت میں قرآن مجید میں کئی مقامات پر آئے ہیں اور یہ الفاظ دور جاہلی کے عربی ادب میں بھی دیکھے جاسکتے ہیں۔ ان ہی الفاظ کی مرادف اصطلاح فارسی میں ''جوانمرد'' ہے۔ جاہلی عربی ادب میں فتی غیر معمولی سخی اور جنگجو شخص کو کہتے تھے اور اس دور کے مردوں کی یہی دو بڑی صفات تھیں۔ اس قسم کے ''فتیان'' میں عنتر بن شداد، عمر بن ود اور مرحب وغیرہ شامل تھے۔ دور اسلام کے آغاز میں ایسے بعض فتیان شاہ مردان حضرت علی رض کے ہاتھوں مارے گئے۔ علامہ نے ان بہادروں کی شکست کی طرف کئی اشعار میں دلچسپ اشارے کئے ہیں (۸)

آئین جوانمرداں

یاد رہے کہ عنتر بن شداد عورتوں کی ناموس کی حفاظت میں جنگ کرتا ہوا کچھ جنگجوؤں کے ہاتھوں مارا گیا تھا ۔ عہد جاہلیت کی ایک اور جوانمرد شخصیت حاتم بن عبداللہ بن سعد طائی ہے جس نے ۵۷۵ء کے لگ بھگ وفات پائی ہے ۔ (۹) حاتم کی جوانمردی اور سخاوت کی کئی داستانیں مشہور ہیں اور اس روش میں اس کی ایک بیٹی نے بھی جہانی شہرت حاصل کی ہے ۔ شیخ سعدی شیرازی (۱۰) (وفات ۶۹۱ ہجری) اور مرزا جویا تبریزی (۱۱) وفات ۱۱۱۸ ہجری) نیز کئی دوسرے شعرا نے حاتم اور اس کی بیٹی کی جوانمردی کے واقعات کو جامہ نظم پہنایا ہے ۔ اقبال نے بھی رحمۃ اللعالمین کے مراحم کا ذکر کرتے ہوئے دختر حاتم کے قید ہونے کے اس واقعہ کی طرف اشارہ کیا ہے (۱۲) جسے سعدی نے کامل طور پر نظم کیا ہے ۔

اقبال فرماتے ہیں

در مصاف پیش آن گردون سریر　　دختر سردار طی آمد اسیر

پای در زنجیر وهم بی پرده بود　　گردن از شرم و حیا خم کرده بود

دخترک را چون نبی بی پرده دید　　چادر خود پیش روی او کشید

عہد جاہلیت کے جوانمردوں کی نمایاں خصوصیات اور صفات یہی دو چیزیں تھیں : غیر معمولی سخاوت اور شجاعت اور وہ دوسری صفات جو عہد اسلامی کا خاصہ ہیں، اس دور میں کیسے نظر آسکتی ہیں؟ جاہلی عہد کے جوانمرد کئی قسم کے اخلاقی معائب کا شکار تھے مگر ظاہر ہے کہ طلوع اسلام سے قبل یہ یہ مثالب، محامد ہی نظر آتے تھے ۔ ابن المعمار حنبلی نے کیا خوب فرمایا ہے

ولیس فتی الفتیان من راح واغتدی　　لشرب صبوح او لشرب غبوق

ولکن فتی الفتیان من راح واغتدی　　لضر عدو ، او لنفع صدیق (۱۳)

اسلامی دور میں ”آئین جوانمرداں“ نے بڑا ہی رواج پایا ہے ۔ یہ ایک دینی، صوفیانہ اور اجتماعی مسلک تھا اور مرحوم پروفیسر سعید نفیسی (وفات ۱۹۶۶ء) کے الفاظ میں ”یہ شیوہ مسلمان ممالک میں اس قدر رواج پذیر رہا کہ مسلک تصوف کے علاوہ کوئی دوسرا شیوہ اس کی برابری نہیں کرسکتا ہے ۔“ (۱۴) آئیے اس آئین کا موضوع بحث اور اس کی تشکیلاتی کیفیت کو بالا ختصار ملاحظہ کریں :

علامہ محمد آملی (وفات ۷۵۳ ہجری) اپنی تالیف، نفائس الفنون فی عرائس العیون میں فرماتے ہیں: ''جب تک جوانمردی و فتوت انتہا تک نہ پہنچے، ولایت کی ابتدا بھی ہاتھ نہیں لگتی۔ فتوت، تصوف کا ایک شعبہ ہے .... جوانمرد وہ ہے جو ہمیشہ خوش و خرم رہ کر مخلوق خداوندی کا ناصح مشفق اور ہمدرد ہو۔ دین و دنیا کے اہم کاموں میں نمایاں خدمات انجام دے۔ خود کمالات اخلاقی کا کسب کرے اور دوسرے رفقاء کو بھی مکارم اخلاق کے حصول کی مخلصانہ تلقین کرتا رہے'' (۱۵) امیر سید علی ہمدانی (وفات ۷۸۶ ہجری) جوانمردی کے موضوع بحث کے بارے میں اپنے رسالے فتوتیہ میں فرماتے ہیں: ''جوانمردی سالکان راہ باری تعالیٰ کا ایک مقام ہے۔ وہ فقر و درویشی کا ایک شعبہ ہے اور ولایت کا ایک جزو ہے''۔ مولانا حسین واعظ کاشفی ہروی (وفات ۹۱۰ ہجری) اپنے ''فتوت نامہ سلطانی'' میں فرماتے ہیں: جوانمردی کا موضوع بحث، خود نفس انسانی ہے کہ اس مسلک کے ذریعے نفس کو اچھے کاموں کے لئے آمادہ کیا جائے اور برے افعال سے روکا جائے۔ جوانمردی کے تین مدارج ہیں۔ پہلا درجہ سخاوت ہے۔ جو کچھ میسر ہوسکے اسے محتاجوں کی رفع حوائج کی خاطر صرف کردیا جائے۔ دوسرا درجہ صفا کا ہے جس کا مقصود یہ ہے کہ اپنے سینے کو کبر و کینے اور عداوت سے پاک رکھا جائے۔ آخری مرتبہ 'وفا' کا ہے جسے خدا اور مخلوق دونوں سے برتنا چاہیئے... جوانمردی ایک شریفانہ روش ہے اور یہ علم توحید و تصوف کا ایک شعبہ ہے''۔ مولانا کاشفی کی اس مبسوط تعریف کے بعض حصے کلام اقبال میں بخوبی اجاگر ہیں مثلاً:

طاقت عفو در تو نیست اگر — خیزو با دشمنان در آبہ ستیز
سینہ را کارگاہ کینہ مساز — سرکہ در انگبین خویش مریز (۱۷)

برون کن کینہ را از سینہ خویش — کہ دودخانہ از روزن برون بہ
زکشت دل مدہ کس را خراجی — مشوای دہ خدا، غارت گر دہ (۱۸)

اب اس موضوع پر چند دیگر بزرگان فتوت کے اقوال ملاحظہ ہوں:

۱— شیخ حسن بصری (وفات ۱۱۰ ہجری) نے فرمایا (۱۹) کہ خدائے تعالیٰ نے اس آیہ کریمہ میں جوانمردی کے سارے اوصاف جمع کردئے ہیں: ان اللہ یامر بالعدل والاحسان وایتای ذی القربیٰ و ینھیٰ عن الفحشاء والمنکر و البغی ج (۲۰)'' یہ آیت مبارک حقوق اللہ اور حقوق العباد کے مضمون پر حاوی ہے اور علامہ نے اسلامی اخوت و مساوات کے بیان میں اسی سے استشہاد کیا ہے۔ 'سلطان مراد خجندی ترکستانی اور ایک معمار' کی حکایت میں فرماتے ہیں۔

آئین جوانمرداں

یاد رہے کہ عنتر بن شداد عورتوں کی ناموس کی حفاظت میں جنگ کرتا ہوا کچھ جنگجوؤں کے ہاتھوں مارا گیا تھا۔ عہد جاہلیت کی ایک اور جوانمرد شخصیت حاتم بن عبداللہ بن سعدطائی ہے جس نے ۵۷۵ء کے لگ بھگ وفات پائی ہے۔ (۹) حاتم کی جوانمردی اور سخاوت کی کئی داستانیں مشہور ہیں اور اس روش میں اس کی ایک بیٹی نے بھی جہانی شہرت حاصل کی ہے۔ شیخ سعدی شیرازی (۱۰) (وفات ۶۹۰ ہجری) اور مرزا جو تبریزی (۱۱) وفات ۱۱۱۸ ہجری) نیز کئی دوسرے شعرا نے حاتم اور اس کی بیٹی کی جوانمردی کے واقعات کو جامہ نظم پہنایا ہے۔ اقبال نے بھی رحمۃ" اللعالمین کے مراحم کا ذکر کرتے ہوئے دختر حاتم کے قید ہونے کے اس واقعہ کی طرف اشارہ کیا ہے (۱۲) جسے سعدی نے کامل طور پر نظم کیا ہے۔

اقبال فرماتے ہیں

در مصاف پیش آن گردون سریر	دختر سردار طی آمد اسیر
پای در زنجیر وهم بی پرده بود	گردن از شرم و حیا خم کرده بود
دخترک را چون نبی بی پرده دید	چادر خود پیش روی او کشید

عہد جاہلیت کے جوانمردوں کی نمایاں خصوصیات اور صفات یہی دو چیزیں تھیں : غیر معمولی سخاوت اور شجاعت اور وہ دوسری صفات جو عہد اسلامی کا خاصہ بنیں، اس دور میں کیسے نظر آسکتی ہیں؟۔ جاہلی عہد کے جوانمرد کئی قسم کے اخلاقی معائب کا شکار تھے مگر ظاہر ہے کہ طلوع اسلام سے قبل یہ یہ مثالب، محاسد ہی نظر آتے تہے - ابن المعمار حنبلی نے کیا خوب فرمایا ہے

ولیس فتی الفتیان من راح و اغتدی	لشرب صبوح او لشرب غبوق
ولکن فتی الفتیان من راح و اغتدی	لضر عدو ، او لنفع صدیق (۱۳)

اسلامی دور میں " آئین جوانمرداں" نے بڑا ہی رواج پایا ہے۔ یہ ایک دینی، صوفیانہ اور اجتماعی مسلک تھا اور مرحوم پروفیسر سعید نفیسی (وفات ۱۹۶۶ء) کے الفاظ میں "یہ شیوہ مسلمان ممالک میں اس قدر رواج پذیر رہا کہ مسلک تصوف کے علاوہ کوئی دوسرا شیوہ اس کی برابری نہیں کر سکتا ہے۔" (۱۴) آئیے اس آئین کا موضوع بحث اور اس کی تشکیلاتی کیفیت کو باختصار ملاحظہ کریں :

فتوت کا موضوع بحث

علامہ محمد آملی (وفات ۷۵۳ ھجری) اپنی تالیف، نفائس الفنون فی عرائس العیون میں فرماتے ھیں : ''جب تک جوانمردی و فتوت انتہا تک نہ پہنچے ، ولایت کی ابتدا بھی ھاتھ نہیں لگتی ۔ فتوت ، تصوف کا ایک شعبہ ھے ....جوانمرد وہ ھے جو ھمیشہ خوش و خرم رہ کر مخلوق خداوندی کا ناصح مشفق اور ھمدرد ھو ۔ دین و دنیا کے اھم کاموں میں نمایاں خدمات انجام دے ۔ خود کمالات اخلاقی کا کسب کرے اور دوسرے رفقاء کو بھی مکارم اخلاق کے حصول کی مخلصانہ تلقین کرتا رھے'' (۱۵) امیر سید علی ھمدانی (وفات ۷۸٦ ھجری) جوانمردی کے موضوع بحث کے بارے میں اپنے رسالے فتوتیہ میں فرماتے ھیں : ''جوانمردی سالکان راہ باری تعالیٰ کا ایک مقام ھے ۔ وہ فقر و درویشی کا ایک شعبہ ھے اور ولایت کا ایک جزو ھے''۔ مولانا حسین واعظ کاشفی ھروی (وفات ۹۱۰ ھجری) اپنے ''فتوت نامہ سلطانی'' میں فرماتے ھیں: جوانمردی کا موضوع بحث، خود نفس انسانی ھے کہ اس مسلک کے ذریعے نفس کو اچھے کاموں کے لئے آمادہ کیا جائے اور برے افعال سے روکا جائے ۔ جوانمردی کے تین مدارج ھیں ۔ پہلا درجہ سخاوت ھے ۔ جو کچھ میسر ھوسکے اسے محتاجوں کی رفع حوائج کی خاطر صرف کردیا جائے ۔ دوسرا درجہ صفا کا ھے جس کا مقصود یہ ھے کہ اپنے سینے کو کبر و کینے اور عداوت سے پاک رکھا جائے۔ آخری مرتبہ 'وفا' کا ھے جسے خدا اور مخلوق دونوں سے برتنا چاھیئے... جوانمردی ایک شریفانہ روش ھے اور یہ علم توحید و تصوف کا ایک شعبہ ھے''۔ مولانا کاشفی کی اس مبسوط تعریف کے بعض حصے کلام اقبال میں بخوبی اجاگر ھیں مثلاً :

طاقت عفو در تو نیست اگر — خیزو با دشمنان در آیہ ستیز
سینہ را کار گاہ کینہ مساز — سرکہ در انگبین خویش مریز (۱۷)

برون کن کینہ را از سینہ خویش — کہ دودخانہ از روزن برون بہ
زکشت دل مدہ کس را خراجی — مشوای دہ خدا، غارت گر دہ (۱۸)

اب اس موضوع پر چند دیگر بزرگان فتوت کے اقوال ملاحظہ ھوں :

۱— شیخ حسن بصری (وفات ۱۱۰ ھجری) نے فرمایا (۱۹) کہ خدائے تعالیٰ نے اس آیہ کریمہ میں جوانمردی کے سارے اوصاف جمع کردئے ھیں : ان اللہ یامر بالعدل والاحسان وایتای ذی القربیٰ و ینھیٰ عن الفحشاء والمنکر و البغی ج (۲۰)'' یہ آیت مبارک حقوق اللہ اور حقوق العباد کے مضمون پر حاوی ھے اور علامہ نے اسلامی اخوت و مساوات کے بیان میں اسی سے استشہاد کیا ھے ۔ 'سلطان مراد خجندی ترکستانی اور ایک معمار' کی حکایت میں فرماتے ھیں ۔

مدعی را تاب خاموشی نماند   آیه "با لعدل والاحسان" بخواند
گفت از بهر خدا بخشید مش   از برای مصطفیٰ بخشید مش (۲۱)

۲— حضرت امام جعفر صادق نے اس حدیث کو مرفوعاً رسول اکرمؐ سے روایت فرمایا ہے : "میری امت کے جوانمردوں کی دس علامات ہیں ۔ قول صدق، وفائے عہد، ادائے امانت، ترک دروغ، یتیم پر ترحم، سائل پر بخشش، ماحضر کافی سبیل اللہ خرچ کرتے رہنا ، حسن اخلاق ، مہمان نوازی اور سب سے بڑھ کر یہ بات کہ حیاء داری ہو" ۔ (۲۲)

۳— شیخ ابوالحسن خرقانی (وفات ۴۲۵ ہجری) نے فرمایا: جوانمردی ایک سمندر ہے جس کے تین دریا ہیں ۔ سخاوت ، شفقت ، مخلوق سے بے نیازی اور خدائے تعالیٰ سے نیاز مندی ۔

اقبال اس موضوع پر فرماتے ہیں (۲۳) :

مسلم استی بی نیاز از غیر شو   اهل عالم را سراپا خیر شو
چون علیؓ در ساز با نان شعیر   گردن مرحب شکن ، خیبر بگیر
خود بخود گردد در میخانه باز   بر تهی پیمانگان بی نیاز
بی نیازی رنگ حق پوشیدن است   رنگ غیر از پیرهن شوئیدن است
از پیام مصطفیٰؐ آگاه شو   فارغ از ارباب دون الله شو

یاد رہے کہ یہ وہی ابوالحسن ہیں جن کے ایک قول کے بارے میں علامہ نے "بال جبریل" میں فرمایا ہے (اگرچہ ابوالحسن اشعری کا بھی ایک قول ایسا ہی ہے) :-

یہ نکتہ میں نے سیکھا بوالحسن سے
کہ جاں مرتی نہیں مرگ بدن سے
چمک سورج میں کیا باقی رہے گی
اگر بیزار ہو اپنی کرن سے ؟ (۲۴)

۴— شیخ فضیل بن عیاض (وفات ۱۸۳ ہجری) نے فرمایا : 'جوانمردی یہ ہے کہ عفو و بخشش اور سخاوت کو عام کیا جائے ۔ اپنے عطایات کے سلسلے میں کافر و مومن کے درمیان کوئی امتیاز روا نہ رکھا جائے'۔ قول منقول حضرت امام احمد بن حنبل (وفات ۲۴۱ ہجری) سے بھی منسوب ہے (۲۵) ۔ یہ تعلیمات، اقبال کے کلام میں باافراط موجود ہیں ۔ جاوید نامہ میں "سخنی به نژاد نو" کے عنوان سے فرماتے ہیں ۔

حرف بد را برلب آوردن خطاست   کافر و مومن همه خلق خداست
آدمیت احترام آدمی   با خبر شو از مقام آدمی

بندهٔ عشق از خدا گیرد طریق   می شود بر کافر و مومن شفیق
کفر و دین را گیرد در پہنای دل   دل اگر بگریزد از دل، وای دل (۲۶)

۵— شیخ ابو محمد سہل بن عبداللہ تستری (وفات ۲۸۳ ھجری) نے فرمایا: 'جوانمردی رسول اللہ کی سنت و روش حسنہ کی پیروی کا نام ہے'. حقیقی جوانمرد وہ ہے جس نے پیغمبر اکرم کی تقلید کامل کو اپنا شعار و دثار بنا رکھا ہو۔

اقبال نے اس بات کو شیخ حسین بن منصور حلاج بیضاوی (مقتول ۹۳۰ ھجری) کی زبانی بیان کیا ہے:

در جہان زی چون رسول انس و جان
تا چو او باشی قبول انس و جان

باز خود را بین ہمین دیدار اوست
سنت او سری از اسرار اوست (۲۷)

۶— شیخ ابن المعمار حنبلی نے کسی جوانمرد کا یہ قول نقل کیا ہے کہ: 'جوانمرد وہ ہے کہ اگر خلوت میں ہو تو لوگ اس کی تلاش میں مشتاقانہ سرگرم ہوں۔ اگر جلوت میں ہو تو سب بخوشی اس کے گرد جمع ہوں اور اگر مر جائے تو سب اس کا دلی ماتم کریں'۔ (۲۸)

۷— شیخ ابو علی دقاق (وفات ۵۰۳ ھجری) کا قول ہے کہ: 'جوانمردی یہ ہے کہ لوگوں کے درمیان ہو مگر خود کو سب سے جدا محسوس کرے۔ فتی اجتماعی اور انفرادی دونوں روشوں کو اپنائے رکھے گا'۔ خلوت و جلوت کے اس جوانمردانہ جذبے کو اقبال نے کئی مقام پر بیان فرمایا ہے۔ چند مثالیں نقل کر کے اقوال بزرگان پر اکتفا کیا جا رہا ہے۔

اندکی اندر حرای دل نشین
ترک خود کن، سوی حق ہجرت گزین

محکم از حق شو سوی خود گام زن
لات و عزای ہوس را سر شکن (۲۹)

زندگی انجمن آرا و نگہدار خود است
ای کہ اندر قافلہ‌ای، بی ہمہ شو، باہمہ رو (۳۰)

ہے زمانے کا تقاضا انجمن
اور بے خلوت نہیں، ذوق سخن (۳۱)

انجمن میں بھی میسر رہی خلوت اس کو
شمع محفل کی طرح سب سے جدا، سب کا 'رفیق' (۳۲)

تاریخ فتوت

فتوت یا اسلامی جوانمردی کی تاریخ کا آغاز حضرت رسول اکرم ص کی حیات طیبہ سے ہوتا ہے۔ ہر مسلک اسلامی میں آپ ہی مبداء اور نمونہ کامل ہیں۔ البتہ ''فتوت ناموں (۳۳)'' میں دوسرے انبیائے کرام کے وقائع جوانمردی بھی قلم بند کئے گئے ہیں جن کا خلاصہ مطلب یوں ہے: حضرت آدم کا دانۂ ممنوعہ کھا کر توبہ واستغفار کرنا، حضرت نوح کا صد ھا سال تک صبر واستقامت فرمانا، حضرت ابراھیم خلیل الرحمن کا غیر معمولی ایثار ان کی بت شکنی اور غیر اللہ سے بے نیازی، حضرت یعقوب علیہ السلام کا فراق فرزند کے امتحان میں صابر و شاکر رہنا، حضرت یوسف علیہ السلام کا پرعصیان ماحول میں حفظ عصمت کیلئے مبارزہ کرنا اور اپنے خطا کار بھائیوں کو بے چوں و چرا معاف کردینا، حضرت موسیٰ علیہ السلام کا حضرت شعیب علیہ السلام سے ایفائے عہد، حضرت داود علیہ السلام اور سلیمان علیہ السلام کا باجبروت بادشاہ ہوتے ہوئے زرہ سازی اور کلاہ بافی کے ذریعے اکل حلال (۳۴) کا کسب کرنا، حضرت ایوب علیہ السلام کا مصائب و امراض پر صبر اور حضرت یوشع بن نون کا موسیٰ و ھارون سے بے لوث ھمکاری فرمانا وغیرہ ''جوانمردی'' کی مثالیں ہیں۔ غرض اس روش میں تمام انبیاء کرام کی زندگی کے بعض واقعات کو امثلہ اور نمونوں کے طور پر پیش نظر رکھ کر فتیان کسب فیض کرتے رہے ہیں۔

ھمارے صادق اور امین رسول اکرم ص کا بعثت سے قبل بھی ایک بڑا جوانمردانہ واقعہ مشہور ہے۔ اس واقعہ کو ''حلف الفضول'' کہا جاتا ہے۔ حضرت رسالتماب ص نے اس وقت مکہ معظمہ کے مختلف قبیلوں کے صالح نوجوانوں کے ساتھ مل کر حلف نامہ تیار کروایا تھا۔ اس گروہ صالحین میں بنو ھاشم، بنوالمطلب، بنواسد، بنوزھرہ اور بنوتمیم کے نوجوان شامل تھے۔ حلف نامہ اس بارے میں تھا کہ امن و امان قائم رکھنے، مسافروں کی حفاظت کرنے، اجنبیوں کی مہمانداری اور مظلوموں کی ظالموں کے مقابلے میں حمایت کرنے کے ضمن میں سب متحد رہیں گے۔ ایک دفعہ اسی گروہ نے ایک مظلوم اور مفلوک شخص کی بیٹی کو ایک ظالم سوداگر کے چنگل ھوس سے نجات دلائی تھی۔(۳۵)

حضور کے ھر فعل میں ''جوانمردی'' تھی۔ آپ سیدالفتیان ہیں۔ آپ کی شجاعت کاملہ کا ایک واقعہ بہت مشہور ہے۔ ایک رات سارے اھل یثرب

دشمنوں کے خطرے کے پیش نظر سخت خوفزدہ تھے ۔ اس حالت میں لوگوں نے دیکھا کہ یہ نبی برحق ص شمشیربگردن اوراسپ سوار سارے شہر کے چاروں طرف گشت فرما کر مخلوق خداوندی کی خبر گیری میں مصروف ہے ۔

لا لیسالون اخاھم حین یندبھم
فی النائبات علی ما قال برھانا (۳۶)

بعثت کے بعد اھالی شبہ جزیرہ نے حضرت ص کو طرح طرح کی ایذائیں دینے میں کونسی کسر اٹھا رکھی تھی؟ مگر اس مجسمہ عفو و حلم نے کسی سے بھی ان جفاؤں کا انتقام نہیں لیا بلکہ سب کو معاف کردیا ۔ فتح مکہ کے موقع پر آپ کی زبان وحی ترجمان پر وہ قرآنی آیات جاری تھے جو حضرت یوسف علیہ السلام کے عفو برادران سے سلسلے میں نازل ہوئی ھیں ۔ آپ فرما رہے تھے : وانی اقول کما قال یوسف اخی ۳۷ — لا تثریب علیکم الیوم ۳۸ حضور کے اس بے پایاں عفو کی طرف علامہ اقبال نے ''اسرار و رموز'' میں اشارہ کیا ہے ۔

روز محشر اعتبار ماست او — در جہاں ھم پردار ماست او
لطف و قہر او سراپا رحمتی — آن بیاران، این باعداء رحمتی
آنکہ براعداء در رحمت گشاد — مکہ را پیغام 'لاتثریب' داد ۳۹

فتوت اور حضرت علی رض

فتیان کے عقیدہ کے مطابق حضرت علی رض مسلک فتوت میں رسول اللہ کے واحد خلیفہ تھے - البتہ بعض فتوت ناموں میں دیگر خلفائے راشدہ ثلاثہ رض کے اسامی بھی اسی ضمن میں مذکور ھیں ۔ فتوت اسلامی کے سارے سلاسل شاہ مرداں (شاہ جوانمرداں) سے ھی منسلک ھیں ۔ تصوف کے سلسلوں کا بھی یہی حال ہے ۔ البتہ نقشبندی سلسلے کی ایک شاخ حضرت ابوبکر صدیق اکبر رض سے جا ملتی ہے ۔

حضرت علی رض کی غیر معمولی شجاعت و سخاوت کے واقعات زبان زد عوام و خواص ھیں ۔ سخاوت اور ایثار کے بارے میں ایک معروف واقعہ یہ ہے کہ رمضان میں حضرت اور بی بی فاطمہ الزھرا رض نے رسول اکرم صلی علیہ اللہ وصلعم کی خواھش کے مطابق ایک سائل کو اس حالت میں افطاری کے لیے مہمان کیا جبکہ گھر میں ماحضر اپنے لئے بھی بمشکل ھی کفاف کرسکتا تھا ۔ حضرت علی رض نے مصلحت کی بنا پر حضرت زھرا رض کو چراغ خاموش کر دینے کے لئے فرمایا - یہ دونوں حضرات اندھیرے میں محض کھانے کی طرف ھاتھ بڑھاتے تھے اور کھانا صرف مہمان ھی کھاتا تھا ۔ اسے خوراک کی قلت کا احساس نہ ھوسکا اور خوب سیر ھو کر کھایا ۔ حضرت علی رض اور خاتون جنت رض نے رات اسی حالت میں بسر کی اور چوں کہ سحری کے لئے کچھ موجود نہ تھا اس لئے دوسرا روزہ

بھی اسی حالت میں رکھنا پڑا (۳۰) بعض مفسرین کرام رح نے لکھا ہے کہ سورہ 'الدھر' کی حسب ذیل دو آیات میں حضرت علی رض کے اس غیر معمولی ایثار کی طرف اشارہ ہے: ویطعمون الطعام علی حبہ مسکینا و یتیما و اسیرا۔ انما نطعمکم لوجہ اللہ لانرید منکم جزاء و لا شکورا (۳۱) چوں کہ یہ سورہ مبارکہ ''ھل اتی'' کے کلمات الہیٰ سے آغاز پذیر ہے، اسی لئے یہ دو مبارک لفظ گویا حضرت علی رض کا لقب بن گئے ہیں۔ ایرانی شاعر فروغی بسطامی (وفات ۱۲۷۰ ھجری) کہتا ہے۔

آفتاب کبریا دریای در لافتی
فخرآل مصطفیٰ، مخصوص نص ''ھل اتی'' ۳۲

اور خود علامہ حضرت فاطمہ الزہرا رض کی منقبت میں فرماتے ہیں۔

بانوی آن تاجدار ''ھل اتی'' مرتضیٰ، مشکل کشا، شیر خدا ۳۳

حضرت علی رض کے کئی دوسرے جوانمردانہ القاب ہیں حیدر اسد اللہ، مشیر خدا، ابو تراب، کرار اور فاتح خیبر وغیرہ علامہ نے ان القاب کو کئی بار نظم کیا اور ان کے نئے نئے معنی نکالے ہیں جن کی مثالیں بہت طویل ہو جائیں گی۔ چند شعر ملاحظہ ہوں۔

هر نرخی که این کالا بگیری سود مند افتد بزور بازوی حیدر رض بده ادراک رازی را ۳۴
مرسل حق کرد نامش بو تراب حق یداللہ خواند در ام الکتاب
مرتضیٰ کز تیغ او حق روشن است بوتراب از فتح اقلیم تن است
زیر پاش اینجا شکوه خیبر است دست او آنجا قیم کوثر است ۳۵
می شناس معنی کرار چیست ؟ این مقامی از مقامات علی رض است
مسلم هندی چرا میدان گذاشت؟ همت او بوی کراری نداشت ۳۶
فقر خیبر گیر بانان شعیر بستهٔ فتراک او سلطان و میر
گرچه اندر بزم کم گوید سخن یک دم او گرمی صد انجمن ۳۷

حضرت علی رض کی شجاعت کے لئے ایک فتیانہ قول یہ ہے کہ لافتی الاعلی لاسیف الا ذوالفقار۔ ۳۸ یہ قول بطور حدیث نبوی مشہور ہے۔ کہتے ہیں کہ جنگ احد میں جب شاہ مرداں داد شجاعت دے رہے تھے تو ہاتف غیبی نے ان کے لئے یہ کلمات کہے اور اس کے بعد رسول اکرم ص ان کلمات بابرکت کو کئی مرتبہ حضرت علی رض کے لئے زبان مبارک پر لائے ہیں اور اس طرح یہ کلمات شاہ مرداں کے لئے مخصوص ہوگئے - علامہ اقبال نے حضرت علی رض کی جوانمردی کے لئے جو بلیغ اشعار کہے، ان کی طرف اشارہ ہوچکا اور مزید مثالیں عرض ہونگی۔ 'لافتی الا علی لاسیف الا ذوالفقار' کے موضوع پر دوسرے شاعروں کے چند ابیات دیکھیں۔ سعدی فرماتے ہیں۔

دیباچہ مروت و سلطان معرفت لشکر کش فتوت و سردار اتقیاء
مردی که در غزا زره پیش بسته بود تا پیش دشمنان ندهد پشت برغزا ۵۱

ناصری سیواسی اپنے منظوم فتوت نامہ ۵۲ (مؤلفہ ۶۸۹ ھجری) میں کہتا ہے۔

چون کہ فرمود آن نبی وهم ولی — در فتوت لافتی الا علی رض
پس مسلم بر علی رض باشد سخا — دانکه جنت هست دار الاسخیاء

اپنے جد بزرگوار کی طرح، اولاد علی رض نے بھی جوانمردی اور سرفروشی کی روش کو پورے طور پر اپنائے رکھا اور تاریخ فتوت و ایثار کو شان و شکوہ اور فخر واحتشام بخشا ہے ۔ اوحدی مراغه ای (وفات ۷۳۸ هجری) حضرت امام حسین رض کی منقبت میں لکھتا ہے ۔

گر فتوت از دل و دست تو راست شد
اندر جهان بگو که این منزلت کراست ؟ ۵۳

علامہ اقبال نے حضرت فاطمہ رض کی ایک منقبت لکھی ہے ۵۴ جس میں امام حسن رض کی مصالحت کی جوانمردانہ مساعی اور امام حسین رض کی حریت دوستی اور سرفروشی کو خراج عقیدت پیش کیا ہے ۔ ایک دوسری منقبت میں آپ نے کربلا کے دلگداز واقعہ کو نظم کیا ہے۔ آپ نے قرآنی تلمیحات کے ذریعہ حضرت امام رض کی شہادت کے واقعے کے ڈانڈے حضرت ابراهیم و حضرت اسمعیل علیہما السلام کے واقعات کے ساتھ اس طرح ملائے ہیں کہ شاید و باید۔ اس قسم کے موجز اور معجز نما اشعار کے نظائر فارسی اور اردو ادب میں بمشکل ہی ملیں گے ۔

بانوی آن تاجدار 'هل اتی' — مرتضی، مشکل گشا، شیر خدا
پادشاه و کلبه ای ایوان او — یک حسام و یک زره سامان او
در آن مرکز پرکار عشق — مادر آن کاروان سالار عشق
آن یکی شمع شبستان حرم — حافظ جمعیت خیر الامم ص
تا نشیند آتش پیکار وکین — پشت پا زد بر سرتاج و نگین
وان دگر مولای ابرار جهان — قوت بازوی احرار جهان
در نوای زندگی سوز از حسین رض — اهل حق حریت آموز از حسین رض ۵۵

آن امام عاشقان پور بتول رض — سرو آزادی زبستان رسول ص
سرخ رو عشق غیور از خون او — شوخی این مصرع از مضمون او
تا قیامت قطع استبداد کرد — موج خون او چمن ایجاد کرد
عزم او چون کوهساران استوار — پایدار و تند سیر و کامگار
الله الله بای بسم الله پدر — معنی "ذبح عظیم ۵۶" آمد پسر ۵۷

غریب و ساده و رنگین ہے داستان حرم — نہایت اس کی حسین رض، ابتدا ہے اسمعیل ۵۸

فتوت اور معاشرہ

گذشتہ تعریفوں اور ان کی مثالوں کی روشنی میں دیکھا جا سکتا ہے کہ 'مسلک فتوت' دین و اخلاق کے تمام اجتماعی مسائل پر حاوی ہے۔ تصوف کے رواج کے ساتھ ساتھ اس مسلک نے اور بھی رونق حاصل کرلی - اس مسلک کے مروجین نے کوشش کی ہے کہ تصوف اور شرع اسلامی سے معنوی طور پر آمیختگی اور اختلاط پیدا کیا جائے۔ اس مسلک کی مدد سے ایسی تنظیمیں بنائی جانے لگیں جو مسلمانوں کے درمیان فرقہ وارانہ اختلافات اور منافرت کو کم کر سکیں۔

ای کہ نشناسی خفی را از جلی هشیار باش
ای گرفتار ابوبکر رض و علی رض هشیار باش ۵۹

جوانمرد، دین اسلام پر بطور مجموعی نظر رکھتے تھے اور کسی مخصوص فرقے کے انتساب میں شدت و اصرار نہ کرتے تھے۔ ان بزرگوں نے اپنی اجتماعی تنظیموں کے ذریعے ظالموں کے خلاف متحدہ محاذ قائم کر رکھا تھا۔ اس گروہ نے ایک حد تک شرعی احتساب کا کام ہاتھ میں لے رکھا تھا چنانچہ امراء سے زکواۃ کو بجبر وصول کرتے اور غرباء میں تقسیم کرتے تھے۔

تصوف اور فتوت

جس طرح جوانمرد، روش تصوف کی طرف متوجہ تھے اس طرح صوفیہ بھی جوانمردوں کی رفاہی انجمنوں کو بنظر استحسان دیکھتے تھے۔ کتنے بالغ نگاہ صوفیہ کو ترک دنیا ناپسند تھا۔ وہ چاہتے تھے کہ فتوت بطور ''عوامی تصوف'' کے رواج پائے کیوں کہ

یہ حکمت ملکوتی یہ علم لاہوتی
حرم کے درد کا درماں نہیں تو کچھ بھی نہیں
یہ ذکر نیم شبی مراقبے یہ سرور
تری خودی کے نگہباں نہیں تو کچھ بھی نہیں
یہ عقل جو مہ وپرویں کا کھیلتی ہے شکار
شریک شورش پنہاں نہیں تو کچھ بھی نہیں ۶۰

اس مسلک کے ذریعے تصوف عمل نے مختلف اسلامی ممالک میں عمومیت حاصل کرلی اور صوفیہ اس روش کی طرف خاص دل سوزی سے توجہ دینے لگے۔ حقوق العباد کا تقاضا بھی یہی تھا۔ کئی صوفیہ، فتیان کے گروہ میں اسی طرح شامل ہو رہے جیسے فتیان خود ان کے گروہ میں۔ تیسری اور چوتھی صدی ہجری کے مندرجہ ذیل تین معروف ''صوفی'' پہلے گروہ جوانمرداں میں شامل تھے: ابو حامد احمد بن خضرویہ بلخی، ابو حفص عمرو بن سلمہ

حداد نیشا پوری اور ابوالحسن علی بن محمد بن سہل مدنی پوشنگی ۔ جن صوفیہ نے آئین جوانمرداں کو اپنایا اور عملاً اس روش پر چلتے رہے، ان کی تعداد بہت ہی زیادہ ہے۔ نمایاں تر بزرگوں میں حسب ذیل نام سرفہرست آتے ہیں : شیخ خواجہ عبداللہ انصاری ہروی (وفات ۴۸۱ ہجری)، شیخ نجم الدین کبری خوارزمی (شہادت ۶۱۸ ہجری)، شیخ نجم الدین زرکوب تبریزی (وفات ۷۱۲ ہجری)، شیخ عبدالرزاق کاشانی (وفات ۷۳۶ ہجری)، شیخ سید علاء الدولہ سمنانی (وفات ۷۳۶ ہجری) اور امیر سید علی ہمدانی وغیرہ۔ ان چھ بزرگان تصوف کے فتوت نامے یا فتوت کے بارے میں اقوال موجود ہیں۔ امیر سید علی ہمدانی اور ان کے پیر حضرت شیخ تقی الدین علی دوستی سمنانی (وفات ۷۳۳ یا ۷۳۴ ہجری) کے داد و دھش اور جوانمردانہ اعمال کے کئی واقعات بھی کتابوں میں مذکور ہیں۔ ۶۱ غرض تصوف اور جوانمردی میں بے حد نزدیکی رابطہ رہا ہے ۔

ملامتی صوفیہ اور فتوت

ملامتی یا اہل ملامت، صوفیہ کا وہ گروہ ہے جو اپنے ظاہر کو قابل اعتراض اور باطن کو منزہ و پاک رکھتے تھے ۔ ان کا مقصد یہ تھا کہ نیک اعمالیوں کے غرور میں آ کر کسی امتحان یا فتنہ میں مبتلا نہ ہو جائیں ۔ ان صوفیہ جوانمرد کا بڑا گروہ ایران کے شہر نیشاپور میں اقامت گزیں تھا اور ان کے حالات ہر معروف صوفیانہ تذکرہ میں موجود ہیں ۔ یہ شروع سے ہی جوانمرد کہلاتے تھے اور اکابر صوفیہ مثلاً شیخ علی ہجویری جلابی غزنوی معروف بہ داتا گنج بخش (وفات تقریباً ۴۸۲ ہجری) اور شیخ محی الدین ابن عربی (وفات ۶۳۸ ہجری) نے اس گروہ کی بڑی ہی تعریف کی ہے۔ شیخ عبدالرحمن السلمی نیشاپوری (وفات ۴۱۲ ہجری) اپنے معروف عربی رسالہ ''الملامتیہ'' میں اس گروہ کی جوانمری کے بارے میں یوں رقم طراز ہیں :

'' . . . ملامتیوں میں سے ایک کو پوچھا گیا کہ ''جوانمرد'' کسے کہتے ہیں اور اس لقب کا مستحق کون ہے ؟ جواب دیا—وہ شخص جس میں اعتذار آدم علیہ السلام، صلائے نوح علیہ السلام، وفائے ابراہیم علیہ السلام، صدق اسمعیل علیہ السلام، اخلاص موسیٰ علیہ السلام، صبر ایوب علیہ السلام، گریہ و بکائے داؤد علیہ السلام، حضرت محمد صلعم کی سخاوت، ابوبکر صدیق رض کی نرمی، عمر فاروق رض کی حمیت، عثمان غنی رض کی حیاء اور علی کرار رض کا علم ہو مگر ان فضائل کے باوجود وہ خود کو ملامت کرے اور اپنی ہستی کو ہیچ جانے۔''۶۲

میں سمجھتا ہوں کہ ملامتی کی یہ جامع ترین تعریف ہے ۔ اس قسم کی تعریفات صدراولیٰ کے کئی مسلمان زعماء نے بھی بیان فرمائی ہیں مگر ان میں

خاکساری اور خلوص کی تعلیم دی گئی ہے نہ کہ ملامت کی۔ حضرت عمرفاروق رض نے حضرت ابو موسیٰ اشعری رض کو خط لکھا تھا کہ :

"۔ ۔ ۔ دو نیکیاں بہنوں کی مانند ہیں۔ ایک رضا ہے اور دوسری فتوت اگر رضا حاصل نہ ہوسکے تو فتوت پر عامل رہو۔ فتوت مصائب میں صابر رہنے کا نام ہے۔ کیا تم نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے صبر و شکیبائی کو ملاحظہ نہیں کیا؟ آگ میں ڈالے جانے کے وقت وہ صابر رہے اور قدرت خداوندی سے وہ آتش سرد اور باعث سلامتی بن گئی۔ فرزند اسمعیل علیہ السلام کو قربان کر دینے کی سعی کے نتیجے میں ان کو "ذبح عظیم" کا ثواب ملا۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے کنویں اور قید خانے میں صبر کیا اور آخر کار ان کے بھائیوں کو کہنا پڑا کہ : لقد اشرک اللہ علینا، یعنی بے شک خدا نے آپ کو ہم پر برتری بخشی ہے۔"۶۳ اور مندرجہ ذیل قول امیر معاویہ رض سے منسوب ہے : "جوانمردی یہ ہے کہ تم اپنے مال سے اپنے بھائی کو تو دو لیکن اس کے مال میں اپنے لئے طمع نہ رکھو اور نہ حق انصاف کو کسی لالچ یا ملامت کے خوف سے انجام دو۔ بھائی کی جفائیں برداشت کرو لیکن خود جفا نہ کرو۔ اس کی ذرا سی نیکی کو بڑا جانو اور اپنی بڑی سے بڑی نیکی کو خاطر میں نہ لاؤ"۶۴ ان توضیحات کے بعد اب لازم ہے کہ مسلک فتوت کی مخصوص تشکیلات سے بحث کریں۔

فتوت کی تشکیلات

جوانمردوں کی تنظیمیں لنگر خانوں اور "زوایا" میں برپا کی جاتی تھیں جو خانقاہ نما ہوتے تھے۔ لنگر خانوں کو عموماً خانقاہوں سے تشبیہ دی جاتی ہے۔ یہاں فتیان کے اجتماعات منعقد ہوتے تھے۔ ان لنگر خانوں کا ناظم یا "رئیس" پیر خانقاہ کی مانند تھا جسے اصطلاح میں "جد" کہتے تھے۔ ہر لنگر خانے میں قیام شب اور طعام کا اہتمام ہوتا تھا۔ جوانمردوں کی آمدنیوں کا امین "جد" تھا جو اس رقم سے لنگرخانوں کا انتظام چلاتا تھا۔ ہر لنگر خانے یا زاویہ میں کئی کئی "زعیم" ہوتے تھے جن کا کام فتیان برادری کو پند و اندوز دینا اور ان کے افتار و اطوار پر کڑی نگرانی رکھنا تھا اس گروہ میں تازہ واردوں کو "بکر" اور آداب و رسوم فتوت سے نباہ کرلینے والے مجرب شخص کو "اب یا پدر یا مقدم" کہتے تھے۔ ہر جوانمرد دوسرے ساتھی کو "رفیق" ۶۵ کہہ کر پکارتا تھا اور ان میں بڑی ہی موانست قائم ہوتی تھی۔ پورے لنگرخانوں میں برادری، اخوت اور مخلص دوستی کی فضا کار فرما رہتی تھی۔ مقصد یہ تھا کہ "زوایا" خانقاہوں کی مانند تربیت گاہیں ثابت ہوں۔

گروہ فتوت میں شمولیت کے طالب کو چالیس دن تک طرح طرح کے جسمانی اور اخلاقی امتحان دینے ہوتے تھے۔ اسے "جد" اور "زعماء" کی خدمت

کرنا اور ان کے احکام پر عامل ہونا پڑتا تھا۔ یہ چالیس دن تقریباً صوفیہ کے ''چلہ'' کی مانند گذارنے ہوتے تھے۔ اگر امیدوار کے امتحانات سے جد اور زعماء مطمئن ہوں، تو اس کے شریک جماعت کرلینے کی سفارش کردی جاتی تھی۔ یہ امیدوار ''عازم یا فرزند یا طالب یا ابن'' کہا جاتا تھا۔ ایک یا چند طالبوں کی گروہ فتیان میں شمولیت کی خاطر خاص رسوم انجام دی جاتی تھیں جن میں ''جد'' اور ''زعیم'' شریک ہوتے تھے۔ اس خصوصی اجلاس میں شیرینی تقسیم ہوتی تھی اور خوشی کا جشن منایا جاتا تھا۔ آغاز تلاوت قرآن مجید سے ہوتا تھا۔ طالب سے ایفائے عہد کا حلف لیا جاتا تھا۔

پھر نمکین پانی کا پیالہ (کأس الفتوة) پلایا جاتا تھا۔ اس کا مقصد یہ تھا کہ نو وارد حق نمک پہچاننے کا عہد کرے اور دوسرے رفقاء کے لئے نمک کی مانند خوش ذائقگی کا باعث بنے اور ان کی محافل کو ''بانمک'' و پر رونق کرے ایک کلاہ پہنائی جاتی تھی جو احترام باہمی کا مظہر سمجھی جاتی تھی۔ ان رسوم کی اہم ترین چیزیں شلوار پوشی اور شد بندی تھی۔ شلوار یا پتلون عفاف اور پاکدامنی کے لئے ایک ملامت سمجھی جاتی تھی۔ اس محفل میں شلوار کو تین گرہیں لگا کر باندھا جاتا تھا اور یہ رسم صوفیہ کی رسم خرقہ پوشانی سے مشابہ تھی۔ اس شلوار (سروال) کی نسبت کو حضرت علی رض سے ملایا جاتا تھا۔ فتیان کا عقیدہ تھا کہ حضرت علی رض نے رسول اللہ صلعم کے دست مبارک پرکئی شلواریں پہنی ہیں جو بعد میں خلفائے علی رض کو ملی ہیں۔ اس مسلک میں کبھی چار اور کبھی سترہ ایسے افراد کا ذکر کیا جاتا رہا جو فتوت کی روش میں حضرت علی رض کے خلیفہ سمجھے جاتے تھے۔ ان افراد میں معروف تر سلمان فارسی سہیل رومی، داؤد مصری، ابو محجن ثقفی اور کمیل بن زیاد نخعی ہیں۔ شلوار اور شد کا سلسلہ ان میں کے کسی شخص یا دوسرے بزرگوں کے توسل سے حضرت علی رض سے متصل کیا جاتا تھا۔ یاد رہے کہ شد کو کمر بند، ازار بند یا بند یا محزم نیز فحطہ یا حزام بھی کہتے تھے۔

کہتے ہیں کہ جد فتیان اور ابوالفتیان حضرت ابراھیم علیہ السلام کوکعبے کی تعمیر کے وقت حضرت جبریل امین علیہ السلام نے ایک شلوار پہنائی اور اس میں تین گرہیں لگائی تھیں اور اسی سنت کے احیاء کی خاطر جوانمرد بھی ایسا کیا کرتے تھے۔ بعض فتیان کا عقیدہ تھا کہ یہی متبرک شلوار سلسلہ بہ سلسلہ رسول اللہ صلعم کو ملی اور آپ نے حضرت علی رض کو پہنائی تھی۔ ان کا یہ بھی خیال تھا کہ جبریل امین علیہ السلام اس شلوار کو اس وقت لائے تھے جب آتش افروز نمرود نے حضرت کی بے حرمتی کرنا چاہی تھی اور خدائے تعالیٰ کی طرف سے اس بہشتی گرہ بند شلوار کو اس خاطر بھیجا گیا تھا کہ۔

تا نہ بیند، ہیچکس اندام او
تا کہ نہ نشیند بدی در نام او

پس اساس و رسم شلوار ای "رفیق"
ماند از ابراهیم علیه السلام درباب طریق ٦٦

جوانمردی کے آداب و رسوم بڑے متنوع اور طویل ہیں اور سب کو اس مختصر پیشکش میں احاطہ کرنا ممکن نہیں ہے۔

شرائط فتوت

گروہ فتیان میں شمولیت کے لئے مردانگی، بلوغت، عقل، دین اسلام، استقامت احوال، مروت اور حیاء ٦٧ کی سات بنیادی شرائط تھیں جن کی فروغ بہتر (٢٧) ہو جاتی ہیں۔ ان میں تمام مکارم اخلاق شامل ہیں۔ آٹھویں نویں صدی ہجری کے ایک شاعرعطار نے (اسے عارف نیشاپوری عطار کے ساتھ ملتبس نہیں کرنا چاہیے) ٨٣ اشعار میں ان بہتر صفات کو نظم کر دیا ہے۔ اس نظم کو مولانا عبداللہ ھاتفی خرجروی (وفات ٩٢٧ ہجری) اور عطار نیشاپوری (شہادت ٦١٨ ہجری) سے منسوب کیا جاتا اور ان ساری بحثوں کو مطبوعہ نسخے میں دیکھا جا سکتا ہے۔ ٦٨

ابتدا میں اصناف مردم یعنی مختلف پیشہ وروں کو گروہ فتوت میں شمولیت سے محروم رکھا جاتا تھا۔ حجام، قصاب، درزی اور کنش دوز وغیرہ اس سے محروم تھے۔ آٹھویں صدی ہجری میں عمومی طور پر ان کو شامل کیا جانے لگا۔ اسی طرح کبیرہ گناہوں کے مرتکب اس برادری میں شامل نہ ہو سکتے تھے اور اگر شامل ہونے کے بعد کوئی گھناؤنا کام انجام دیں، تو ان کا حلف نامۂ جوانمردی باطل سمجھا جاتا تھا البتہ صغیرہ گناہوں کے مرتکب "ناقص جوانمرد" کہے جاتے تھے۔ "زعما" کی کوشش رہتی تھی کہ ان ناقصوں کو بہتر بنایا جائے۔ مگر چند صدیاں گذر جانے کے بعد "ہر کمالی را زوالی" والی مثل سامنے آ گئی۔ فتیان کا اخلاقی انحطاط شروع ہوا اور بڑھتا گیا۔

اجتماعی تنظیمیں

جوانمردوں کے لنگرخانوں، زوایا اور اجتماعی تنظیموں کی بڑی اہمیت رہی ہے۔ مشہور مراکشی سیاح ابن بطوطہ طنجی مراکشی (وفات ٧٧٩ ہجری) اپنے سفر نامہ (الرحلہ) میں ان لنگرخانوں، مہمان خانوں اور رفاہی انجمنوں کا پورے احترام کے ساتھ ذکر کرتا ہے۔ ابن بطوطہ ایران کے شہر شیراز و اصفہان اور ترکی کے شہر اناتولی اور اس کے نواح کی انجمنوں کا ذکر کرتا ہے۔ اناتولی اور سیواس شہر ان انجمنوں کے خاص مرکز تھے۔ ابن بطوطہ ان علاقوں کے کئی "اخیوں" کی رفاہی خدمات کا ذکر کرتا ہے۔ ان علاقوں میں فتوت پانچویں صدی ہجری سے نمایاں طور پر موجود رہی اور اس مسلک کے ابتدائی رواج دھندگان میں ایک ایرانی بزرگ اخی فرج زنجانی (وفات ٤٥٧ ہجری) کا نام ملتا

ہے۔ ابن بطوطہ کے زمانے تک فتیان اتنی طاقت پکڑ گئے تھے کہ امیروں سے بجبر زکواۃ وصول کرکے غریبوں کے لئے خرچ کرتے تھے۔ سفر نامہ ابن بطوطہ اور ناصر سیواسی کے مفصل منظوم فتوت نامے کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ایشیائے کوچک کے علاقوں میں جوانمردی تصوف کے دوش بدوش موجود تھی۔ ۶۹

عیاری و شطاری

اجتماعی مسلک جوانمردی کے حامل گروہوں کے کئی نام تھے : حرافیش، معلوکان یا سالوکان، عیار اور شطار وغیرہ۔ عیاری اور شطاری کو زیادہ اہمیت حاصل ہے۔ عیار کے متعدد معانی ہیں ۔ دلیر، مددگار، شیر، چور اور چالباز ۔ یہ گروہ بڑا جری اور فعال تھا۔ غربا اور حاجتمندوں کی مدد کرنا ان کا شعار تھا اور اس کام میں اتنا افراط کرتے کہ چوری کرکے بھی غریبوں کی مدد کرتے اور اسے کار ثواب جانتے تھے۔ کہتے ہیں کہ حجاج بن یوسف ثقفی (وفات ۹۵ ہجری) کے مظالم کے خلاف کوفہ کے نوجوانوں کا ایک گروہ صف آراء ہوگیا تھا۔ یہ لوگ مظلوموں کی حمایت میں آواز اٹھاتے اور ''عیار'' کہلواتے تھے۔ ے یہ امیروں کو غریبوں کی مدد کرنے پر مجبور کرتے تھے۔

حق آن دہ کہ مسکین و اسیر است ۔۔۔ فقیر و غیرت او دیر میر است
بروی او در میخانہ بستند ۔۔۔ درین کشور مسلمان تشنہ میراست ۷۱

تمام مرکزی اسلامی ممالک میں عیاروں کی سرگرمیوں کی تفصیلات کو مؤلفین نے ضبط کیا ہے۔ مشہور ایرانی راھنما ابو مسلم خراسانی (شہادت ۱۳۷ ہجری) در اصل ایک ''عیار'' تھا اور اس نے اتنی قوت حاصل کرلی تھی کہ ۱۳۲ ہجری میں امویوں کے بجائے عباسیوں کو برسر اقتدار لانے میں اس کا بڑا ہاتھ تھا۔ ایک دوسرا وطن دوست عیار حمزہ بن آذرک سیستانی (مقتول ۲۱۳ ہجری) تھا جس نے ظالموں کے چھکے چھڑا دئے تھے ۔ صفاری خاندان کے مشہور بادشاہ یعقوب لیث صفار سیستانی (وفات ۲۶۵ ہجری) نے بھی اسی روش ''عیاری'' کی بدولت لوگوں کو اپنے گرد جمع کرلیا اور اپنی سلطنت کی بنیاد ڈالی ۔ غرض تیسری سے چھٹی صدی ہجری تک عیار جوانمردوں نے خاص مراکز بنا لئے اور طاقت حاصل کرلی تھی ۔ سیستان، کوفہ، بصرہ ، بغداد، تبریز اور موجودہ انقرہ ان کے خاص مراکز رہے ہیں - البتہ دور انحطاط کے عیار وہ معیار قائم نہ رکھ سکے اور یہ کلمہ مکر و دھوکہ دھی کے لئے مخصوص ہوگیا۔ ۷۲

دوسرا گروہ شاطروں یا شطاروں کا تھا ۔ یہ لوگ ''شطار'' اس لئے کہلاتے تھے کہ تیز رفتار، ورزش کار اور سرعت سے مختلف رفاہی کام انجام دیتے تھے ۔ یاد رہے کہ مسلک فتوت کے ''شطار'' کا صوفیوں کے گروہ ''شطاریہ'' سے کوئی رابطہ نہیں ہے۔ یہ جداگانہ اصطلاحیں ہیں جن میں صرف اسمی ربط ہے ۔

کام کے لحاظ سے ''عیاروں'' اور ''شطاروں'' میں کوئی خاص فرق نہ تھا۔ البتہ تشکیلات اور لباس پوشی میں فرق تھا۔ شطاروں اور احداث (جوانمرداں) کا بڑا گروہ شام کے مختلف شہروں میں رہتا تھا۔ اسی گروہ نے ۳۲۹ ھجری میں اس قافلے پر حملہ کیا تھا جس میں مشہور فلسفی معلم ثانی ابونصر فارابی دمشق سے عسقلان کی طرف سفر کر رہا تھا۔ ان جوشیلے شطاروں نے بہت سے افراد کو تہ تیغ کر دیا اور اموال لوٹ لیا۔ سرکاری عاملین نے بمشکل بعض سرغنوں کو گرفتار کرکے کیفر کردار تک پہنچایا تھا۔ ۷۳

خلافت عباسیہ کے دوران عیار بڑے فعال اور سرگرم کار رہے ھیں۔ خلیفہ ھارون الرشید کے بیٹوں امین اور مأمون کی جنگ کے دوران ملکی نا امنی سے سوئے استفادہ کرکے اس گروہ کے نام نہاد اعضاء نے بڑی لوٹ مار مچائی ھے شطاروں کا بھی یہی حال تھا۔ یہ لوگ بظاھر حق کی خاطر جنگ کرتے اور غریبوں کی مدد کو اٹھتے تھے مگر جوش انتقام میں نا۔ق کام کرنے سے بھی نہیں چوکتے تھے۔ امراء سے ٹکر لینے والا یہ جوانمردوں کا حزب، سرزمین اندلس میں ''صقورہ'' کہلاتا تھا۔ عباسی خلافت کے دوران ایک خفیہ جاسوسی نظام قائم تھا جس کے عاملین ''تواہون'' کہلاتے تھے اور سب کے سب ''شطار'' تھے۔ ایران کے سربدار دراویش جنھوں نے آٹھویں صدی ھجری کے اواخر میں استر آباد اور گرگان کے ظالم حاکم طغا تیمور کی سلطنت کا تختہ الٹ دیا اور اسے قتل کر ڈالا، وہ بھی شطار ھی تھے۔ ۷۴ شطار صفوی سلطنت کے دوران تک بھاری تعداد میں موجود رہے مگر اب وہ ''سیاست دان'' کم ھی رھے تھے۔ شطرنج کھیلنا اور مختلف ورزشیں کرنا ان کا مشغلہ رھا تھا اور بس۔ علامہ اقبال نے بھی اس اصطلاح کے آخری معانی کو ھی زیادہ تر استعمال کیا ھے۔

میر و سلطان نرد باز و کعبتین شان دغل
جان محکومان ز تن بردند و محکومان بخواب

انقلاب ۰ ۰ ۰ ای انقلاب ۷۵

عشق ''شاطر'' ما بدستش مہرہ ایم
پیش بنگر در سواد ''زھرہ'' ایم ۷۶

آثار تو کچھ کچھ نظر آتے ھیں کہ آخر
تدبیر کو تقدیر کے شاطر نے کیا مات

اس کھیل میں تعین مراتب ھے ضروری
شاطر کی عنایت سے تو فرزیں، میں پیادہ

بیچارہ پیادہ تو ھے اک مہرۂ ناچیز
فرزیں سے بھی پوشیدہ ھے شاطر کا ارادہ ۷۷

جوانمردی قلندرانہ

جوانمردوں کے ایک دوسرے گروہ کو ''قلندر'' کہتے ہیں۔ قلندر خاص قسم کے جوانمرد اور درویش تھے جو آزادانہ اور لاابالانہ روش پر عامل تھے۔ وہ کسی کو خاطر میں نہیں لاتے تھے۔ وہ گروہ آزادگاں تھا۔ اقبال بھی ایک ایسے ہی ''قلندر'' تھے اور اسی لئے اس لقب اور اس کی صفات کو بار بار اپنے لئے استعمال کرتے ہیں۔

چشم جز برخویشتن نگشادہ بی
دل بکس نہ ادہ بی، آزادہ بی ۷۸

پر سوز و نظر باز و نکوبین و کم آزار
آزاد و گرفتار و تہی کیسہ و خورسند

ہر حال میں میرا دل بے قید ہے خرم
کیا چھینے گا غنچے سے کوئی شکر خند؟

یوں ہاتھ نہیں آتا وہ گوہر یک دانہ
یک رنگی و آزادی اے ہمت مردانہ

یا سنجر و طغرل کا آئین جہانگیری
یا مرد قلندر کے انداز ملوکانہ ۷۹

افکار جوانوں کے خفی ہوں کہ جلی ہوں
پوشیدہ نہیں مرد قلندر کی نظر سے

فردوس میں رومی سے یہ کہتا تھا سنائی
مشرق میں ابھی تک ہے وہی کاسہ وہی آش

حلاج کی لیکن یہ روایت ہے کہ آخر
اک ''مرد قلندر'' نے کیا راز خودی فاش ۸۰

''قلندر'' کی کیفیت کو خواجہ عبداللہ انصاری کے منشور ''قلندر نامے''، حکیم سنائی غزنوی (وفات تقریباً ۵۲۵ ہجری) اور حکیم خاقانی شروانی (وفات ۵۹۵ ہجری) کی قلندرانہ منظومات نیز دوسرے صوفیانہ ماخذوں میں دیکھا جا سکتا ہے۔ یہ سر و صورت کے بال تراش رکھتے اور خاص قسم کا زرق برق مگر پیوند در پیوند لباس پہنتے تھے۔ خواجہ حافظ فرماتے ہیں۔

نہ ہر کہ چہرہ بر افروخت دلبری داند
نہ ہر کہ آئینہ ساز و سکندری داند

ہزار نکتہ باریکتر ز مو اینجاست
نہ ہر کہ سر بتراشد قلندری داند ۸۱

اور اقبال ان اشعار کے جواب میں فرماتے ہیں۔

جہان عشق نہ میری نہ سروری داند
همین بس است کہ آئین چاکری دالد
ہزار خیبر و صد گونہ از در است اینجا
نہ ہر کہ نان جوین خورد حیدری دانہ
بیا بجملس اقبال و یک، دو ساغر کش
اگرچہ سر نتراشد، قلندری داند ۸۲

قلندر جوانمردوں یا صوفیوں کا نقطۂ ارتکاز دو چیزیں تھیں: زھد اور محبت و عشق خداوندی۔ ملامتیوں کی مانند ھدف ملامت بننا ان کا مقصد نہ تھا۔ رفتہ رفتہ متاخرین نے زھد سے توجہ ھٹالی اور محبت کے دعویدار ھی رہ گئے۔ البتہ ذکر الہیٰ کے شیوہ پر کافی عامل تھے۔ ظواھر شریعت پر توجہ نہ رکھتے تھے۔ اسی لئے قلندر کی اصطلاح رند یا مجذوب لوگوں کے لئے استعمال ھونے لگی۔ اوضات الجنان و ضبات الجنان جلد اول ۸۳ اور رسالہ ''ارباب الطریق''۸۴ کے مطالعہ سے معلوم ھوتا ھے کہ دسویں صدی ھجری کے قلندر، آئین جوانمرداں کے پیرو ھونے کے مدعی تھے اور رفاھی انجمنوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے تھے۔ علامہ اقبال رح کو ''قلندر'' کی اصطلاح بہت ھی مرغوب تھی۔ فرماتے ھیں۔

نہ شیخ شہر نہ شاعر نہ خرقہ پوش اقبال
فقیر راہ نشین است و دل غنی دارد ۸۵

قلندر جز دو حرف لاالہ کچھ بھی نہیں رکھتا
فقیہ شہر قاروں ھے لغت ھائے حجازی کا

خوش آگئی جہاں کو قلندری مری
وگر نہ شعر مرا کیا ھے؟ شاعری کیا ھے؟

کئے ھیں فاش رموز قلندری میں نے
کہ فکر مدرسہ و خانقاہ ھو آزاد ۸۶

قلندر جرہ باز آسمانہا — بہ بال او سبک گردد گرانہا
فضای نیلگون نخچیر گاهش — نمیگردد بگرد آشیانہا

فقیرم ساز و سامانم نگاھی است
بچشم کوہ یاران برگ کاھی است

زمن گیر اینکہ زاغ وخمہ بہتر
از ان بازی کہ دست آموز شاھی است ۸۷

بظاھر ''پیام مشرق'' میں انہوں نے اس لفظ کو پہلی بار استعمال کیا اور ارمغان حجاز کے نظم ھونے تک انہوں نے کئی نظموں اور غزلوں میں

قلندران جوانمرد کے اوصاف حمیدہ نہایت آب و تاب کے ساتھ نظم کئے ہیں۔ چند مثالیں نقل کر رہا ہوں۔

غلامِ زندہ دلانم کہ عاشقان سرہ اند
نہ خانقاہ نشینان کہ دل بکس ندهند

برون ز انجمنی، درمیان انجمنی
بخلوت اند ولی آنچنان کہ باهم اند

قلندران کہ بہ‌تسخیر آب و گل کوشند
ز شاہ باج ستانند و خرقہ می پوشند

نظام تازہ بچرخ دورنگ می بخشند
ستارہ های کہن راجنازہ بردوشند

تکیہ بر حجت و اعجاز بیان نیزکنند
کار حق گاہ بشمشیر و سنان نیزکنند ۸۸

دبدبہ قلندری، طنطنۂ سکندری
آن همہ جذبۂ کلیم، این همہ سحرسامری

قلندریم و کرامات ما جہان بینی است
زمانگاہ طلب، کیمیاچہ می جویی؟ ۸۹

ضرب قلندری بیار، سد سکندری شکن
رسم کلیم تازہ کن، سحر ساری شکن

پانی پانی کرگئی مجھکو قلندر کی یہ بات
توجھکا جب غیر کے آگے، نہ من تیرا نہ تن

ہزار خوف ہو لیکن زباں ہو دل کی رفیق
یہی رہا ہے ازل سے قلندروں کا طریق

نے تخت و تاج میں، نے لشکروسپاہ میں ہے
جو بات مرد قلندر کی بارگاہ میں ہے ۹۰

''ضرب کلیم'' میں فرماتے ہیں کہ قلندرانہ صفات ترک کر دینے میں ''مسلمان کا زوال'' پوشیدہ ہے۔ وہ اپنی قلندرانہ صفات کا ذکر کرتے اور فرماتے ہیں۔

اگرچہ زر بھی جہاں میں ہے قاضی الحاجات
جو فقر سے ہے میسر تونگری سے نہیں
اگر جواں ہوں مری قوم کے جسور و غیور
قلندری مری کچھ کم سکندری سے نہیں
سبب کچھ اور ہے تو جس کو خود سمجھتا ہے
زوال، بندۂ مومن کا بے زری سے نہیں
اگر جہاں میں مرا جوہر آشکار ہوا
قلندری سے ہوا ہے، تونگری سے نہیں

اسی کتاب میں ''قلندر کی پہچان'' اور ''مردانِ خدا'' کے عنوان کے تحت آپ نے دو مستقل نظمیں لکھی ہیں جن کے چند اشعار ملاحظہ ہوں۔

کہتا ہے زمانے سے یہ ''درویش جوانمرد''
جاتا ہے جدھر بندۂ حق تو بھی ادھر جا
ہنگامے ہیں میرے تری طاقت سے زیادہ
بچتا ہوا بنگاہ قلندر سے گذر جا

آئین جوانمرداں

مہر و مہ و انجم کا محاسب ہے قلندر
ایام کا مرکب نہیں، راکب ہے قلندر
ازل سے "فطرت احرار" میں ہیں دوش بدوش
قلندری و قباپوشی و کلہ‌داری
وجود انہیں کا طواف بتاں سے ہے آزاد
یہ تیرے مومن و کافر تمام زناری ۹۱

اقبال کا قلندر، کوئی معمولی جوانمرد نہیں ہے۔ وہ ایک انقلابی مرد مومن ہے جو سوز دل اور اعماق نظر کا حامل ہے اور دنیا کے اوضاع بد کو تعلیمات اسلام کے مطابق ڈھالنا چاھتا ہے۔ اسکے مشاغل کی کوئی حد نہیں۔ وہ مرکر بھی چین سے نہیں رہ سکتا اس لئے کہ امر ہے۔

مرقد کاشبستاں بھی اسے راس نہ آیا
آرام قلندر کو تہ خاک نہیں ہے
خاموشی افلاک تو ہے قبر میں لیکن
بے قیدی و پہنائی افلاک نہیں ہے ۹۲

اقبال کا قلندر سراپا عمل کا مظہر ہے۔ وہ باتیں کم کرتا ہے مگر اس کے گفتار و کردار میں مطابقت اور اثر ہے۔

بیا ساقی بگردان ساتگین را بیفشان بر دو گیتی آستین را
حقیقت را بہ "رندی" فاش کردند کہ ملا کم شناسد رمز دین را
بیا تا کار این امت بسازیم قمار زندگی "مردانہ" بازیم
چنان نالیم اندر مسجد شہر کہ دل درسینۂ ملا گدازیم
قلندر میل تقریری ندارد بجز این نکتہ اکسیری ندارد
ازان کشت خرابی حاصل نیست کہ آب از خون شبیری رض ندارد ۹۳

حضرت بوعلی شاہ شرف قلندر پانی پتی (وفات ۷۲۴ ھجری) اور اقبال

علامہ کو حضرت قلندر رحمۃ اللہ علیہ سے بڑی ھی عقیدت تھی۔ آپ نے بے نیازی کے موضوع پر حضرت کے ایک شعر کو اس طرح تضمین کیا ہے۔

ناتوانی کیمیا شو گل مشو در جہان منعم شو و سائل مشو
ای شناسای مقام بوعلی رح جرعہ ای آرم ز جام بوعلی رح
"پشت پا زن تخت کیکاؤس را سر بدہ از کف مدہ ناموس را" ۹۴

حضرت بوعلی رح کا یہ شعر تقریباً جوانمردوں کا شعار ہے۔ جوانمردوں کا قول تھا: سربدہ، سروال مدہ"۔ جناب قلندر کے ایک واقعہ کو اقبال نے

"اسرار خودی" میں نظم کیا ہے۔ یہ واقعہ غالباً سلطان علاءالدین خلجی (۱۲۹۶—۱۳۲۰) یا سلطان غیاث الدین تغلق (۱۳۲۰—۱۳۲۳ء) کے زمانے سے مربوط ہے۔ حضرت قلندر کے ایک مرید کے ساتھ سلطان کے کسی حاکم نے زیادتی کی۔ حضرت نے فرمایا اگر بادشاہ اس بدتمیز عامل کو معزول کر کے کیفر کردار کو نہ پہنچائے تو اس کی سلطنت کسی دوسرے کے حوالہ کردی جائے گی۔ سلطان نے حضرت کی خواہش کے مطابق عمل کیا اور اس ناگوار واقعہ پر حضرت امیر خسرو دهلوی (وفات ۷۲۵ هجری) کو بھیج کر جناب قلندر سے معافی چاهی اور ان کو راضی کیا۔ علامہ کے چند ارادتمندانہ ابیات ملاحظہ هوں۔

باتو می گویم حدیث بوعلی رح — در سواد هند نام او جلی
آن نوا پیرای گلزار کهن — گفت با ما از گل رعنا سخن
کوچک ابدالش سوی بازار رفت — از شراب بوعلی رح سرشار رفت
چوبدار از جام استکبار مست — بر سر درویش چوب خود شکست
از ره عامل فقیر آزرده رفت — دلگران و ناخوش و افسرده رفت
در حضور بوعلی رح فریاد کرد — اشک از زندان چشم آزاد کرد
صورت برقی که برکهسار ریخت — شیخ سیل آتش از گفتار ریخت
از رگ جان آتش دیگر گشود — با دبیر خویش ارشادی نمود
خامه را برگیر و فرمانی نویس — از فقیری سوی سلطانی نویس
"باز گیر این عامل بد گوهری — ورنہ بخشم ملک تو با دیگری"
نامۂ آن بندۂ حق دستگاه — لرزه ها انداخت در اندام شاه
بهر عامل حلقۂ زنجیره بست — از قلندر عفو این تقصیر جست
خسرو شیرین زبان رنگین بیان — نغمه هایش از ضمیر کن فکان
چنگ را پیش قلندر چون نواخت — از نوایی شیشۂ جانش گداخت ۹۵

علامہ کے تصور قلندریت میں اگرچہ بڑی جدتیں هیں، مگر حضرت قلندر پانی پتی کے اثرات کا جابجا پتہ چلتا ہے۔ یہاں حضرت قلندر کی غزلیات اور مثنویوں سے چند اشعار نقل کئے جا رہے هیں جن کی روشنی میں علامہ کے کلام پر ان کے معنوی اثرات کو مشاهدہ کیا جاسکتا ہے۔

نترسم ز آتش دوزخ ، نه پروای جنان دارم
منم شوریده جانان نخواهم حور و غلمان را
چه گنتی این سخن کفر است اگر گویی شوی کافر
برو ای واعظ نادان، چه دانی سر مستان را

گر عشق حقیقی است و گر عشق مجاز است
مقصود ازین هر دو مرا سوز و گداز است
من مست خرابات نمازی که گزارم
در وی نه قیامی نه رکوعی نه سجودی
ای بوعلی این هر دو جهان پاک بسوزی
آندم که بر آری از دل سوخته دودی

قلندر را علم از عشق باشد قلندر را قدم از صدق باشد
قلندر را نباشد ابتدائی قلندر را نباشد انتہائی ۹۸

دوسرے جوانمرد اور قلندر بزرگ جن کے ملفوظات وارشادات کا اقبال کے کلام میں خاص رنگ نظر آتا ہے، وہ حضرت شیخ میر محمد میاں میر ولی فاروقی لاہوری (وفات ۱۰۴۵ ہجری) تھے۔ علامہ نے ان کے ایک قلندرانہ واقعے کا ذکر بھی اسرار خودی میں کیا ہے۔ یہ واقعہ شاہجہان بادشاہ (۱۰۳۷-۱۰۶۸ ہجری) کے دور میں پیش آیا جو حضرت کا مرید بھی تھا - حضرت میاں میرؒ نے بادشاہ کو جوع الارض اور مال و دولت کی حرص سے طنزیہ انداز میں روکا تھا۔

حضرت شیخ میاں میرؒ ولی هر خفی از نور جان او جلی
بر طریق مصطفیٰ صلعم محکم پی نغمه عشق و محبت را نی
بر در او جبه فرسا آسمان از مریدانش شه هندوستان
شاه تخم حرص در دل کاشتی قصد تسخیر ممالک داشتی
رفت پیش شیخ گردون پایه ای تابگیرد از دعا سرمایه ای
شیخ از گفتار شه خاموش ماند بزم درویشان سراپا گوش ماند
تا مریدی سکه سیمین بدست لب گشود و مهر خاموشی شکست
گفت شیخ "این" حق سلطان ماست آنکه در پیراهن شاهی گداست
حکمران مهر و ماه و انجم است شاه ما مفلس ترین مردم است
آتش جان گدا ، جوع گدا ست جوع سلطان ملک و ملت رافناست ۹۹

فتوت اور خلفائے اسلام

اجتماعی جوانمرد کے نفوذ سے مسلک فتوت والے حضرات سیاست میں دخیل ہونے لگے اور اس طرح بعض مسلمان بادشاہوں اور خلیفوں نے جوانمردی کی تشکیلات کی طرف خاص توجہ مبذول کی اور ان کی مدد سے اپنے رسوخ کو بڑھانے کی کوشش کی ہے۔ شام کے امیر اسامہ ابوالمظفر (وفات ۵۸۴ ہجری)،

مصر کے نامور سلطان اور صلیبی جنگوں کے ہیرو صلاح الدین ایوبی فاطمی (وفات ٥٨٩ ھجری) ١٠٠ اور سلطان ملک الظاہر بیبرس (وفات ٦٨٦ ھجری) کی کامیابیوں کا راز اس بات میں مضمر تھا کہ انہوں نے جوانمردوں کی ایک بڑی تعداد کو اپنے پرچموں تلے جمع کر رکھا تھا اور ان جان نثاروں نے سرفروشی کے امٹ نقوش ثبت کئے ۔ ادھر اندلس میں فتوت اسلامی کا رواج ھوچکا تھا۔ ان ھی مسلمانوں کے توسط سے شہسواری یا شوالیہ گری سارے براعظم یورپ میں پھیلی -

چونتیسویں اور سب سے طویل مدت تک بار خلافت سنبھالنے والے عباسی خلیفہ ابوالعباس الناصر الدین اللہ (٥٧٥-٦٢٢ ھجری) نے اس مسلک کی طرف خاص توجہ دی۔ اس نے مسلک فتوت کو ''رسمیت'' بخشی اور اس کی تمام رسوم کی ادائیگی اور اجازۂ شمولیت کو دربار خلافت سے مخصوص کرلیا۔ اس نے بغداد میں کئی رفاھی انجموں کو قائم کیا اور وھاں مسافروں کو شب باشی اور لنگر سے کھانے کی سہولتیں حاصل تھیں۔ فتوت کے لباس اور خرقے مسلمان بادشاھوں کو بھیجے جانے لگے ۔ اس نے نامہ بر کبوتروں کا ایک مرکزی نظام قائم کیا جس کو ''طیورالمناسیب'' کا نظام کہا جاتا ہے۔ خرقہ اور کبوتر درباری توقیعات کے ساتھ بادشاھان اسلام کو روانہ کیے جاتے تھے۔ خلیفہ ''طیورالمناسیب'' کو اڑاتا اور منظر سے لطف اندوز ھوتا تھا۔ علامہ ابن جوزی بغدادی (وفات ٥٩٧ ھجری)، اور ایک صدی بعد حضرت امام ابن تیمیہ حنبلی (وفات ٧٢٨ ھجری) اور ان کے بعض شاگردوں نے خلیفہ کی ان بدعتوں پر سخت انتقادات لکھے اور ان تشکیلات کو بدعت اور گمراھی کہا ہے۔ ان بزرگوں نے ان خرافاتی اعمال کو حضرت علی رض اور رسول اکرم صلعم سے منسوب کرنے کو ضلالت کہا ہے۔

خلیفہ مذکور نے اپنے کھوئے ھوئے اثر و رسوخ کی بحالی کی خاطر ٥٧٨ ھجری میں لباس فتوت زیب تن کیا اور اس لباس کو '' فتوت ناصری'' کا نام دیا۔ فتوت کے سارے سابقہ سلسلے منسوخ قرار دئے گئے اور فتوت میں شمولیت کی خاطر خلیفہ کی یا اس کے اذن یافتہ شخص کی اجازت ضروری قرار دی گئی۔ سلطان روم، عزیز الدین کیکاؤس اول (٦٠٧-٦١٦ ھجری)، اس کے جانشین علاء الدین کیقباد (٦١٦-٦٣٤ ھجری) اور فاتح برصغیر پاکستان و ھند سلطان شہاب الدین محمد غوری غازی (٥٨٥-٦٠٢ ھجری) نے خلیفہ کے بھیجے ھوئے خرقہ ھائے فتوت پہنے ھیں۔ ٦٥٦ ھجری میں خلافت عباسی کا خاتمہ ھوگیا مگر خلیفہ الناصر کی قائم کردہ '' فتوت ناصری'' کسی نہ کسی صورت میں تا دیر باقی رھی۔ ١٠١-٦٩٢ ھجری میں شیخ صلاح الدین اشرف جلیل نے علاء الدین الھکاری کو لباس فتوت پہنایا اور سلطان بیبرس مذکور نے ٦٥٩ ھجری اور ٦٦١ ھجری میں خلیفہ المستنصر باللہ فاطمی اور خلیفہ الحاکم بامر اللہ کے ھاتھوں بالترتیب خرقہ فتوت پہنا ہے۔ اسی طرح ''طیورالمناسیب'' کی رسم اور مختلف

پرندے پالنا اور لڑانا اور اس منظر جنگ سے لطف اندوز ہونا بعد کے خلفاء اور رؤسا کا شعار رہا ہے۔ ''عیاروں'' اور شطاروں'' نے تو پرندوں کی پرورش اور ان کی کشتی کروانے پر خاص توجہ رکھی ہے۔ کیا عجب ہے کہ علامہ اقبال نے بھی پرندوں کی نت نئی تعبیریں ان ہی رسوم کے پیش نظر بیان فرمائی ہوں۔

علامہ کے چند ابیات ملاحظہ ہوں۔

گرماؤ غریبوں کا لہو سوز یقین سے — گنجشک فرومایہ کو شاہیں سے لڑادو
اٹھا ساقیا پردہ اس راز سے — لڑا دے ممولے کو شاہباز سے ۱۰۲
کبوتر بچہ خود را چہ خوش گفت — کہ نتوان زیست با خوی حریری
اگر 'یا ہو' زنی از مستئی شوق — کلہ را از سر شاہین بگیری ۱۰۳

اور اس قسم کی مثالیں ان کے کلام میں بہت زیادہ ہیں۔

فتوت اسلامی سر زمین مغرب میں

سطور گذشتہ میں ہم نے بلاد عرب و ترک اور ایران میں ''مسلک جوانمردی'' کے نفوذ کو بالاختصار ذکر کیا ہے۔ عربوں کی فتوحات کے نتیجے میں دین اسلام براعظم یورپ میں پہلی صدی ہجری کے اواخر میں نمایاں طور پر پہنچ گیا۔ سر زمین اندلس اور جزیرہ سسلی اسلامی تہذیب و تمدن کے مراکز بن گئے۔ تیسری سے چھٹی صدی ہجری تک یہ خطے فتوت اسلامی کی تربیت گاہیں تھیں اور یہاں کے جوانمردوں کے ذریعے ہی جوانمردی کے آداب و رسوم سارے یورپ میں پھیلے ہیں یہ اسلامی تہذیب کا ایک نمایاں اثر ہے جو عیسائی تہذیب و تمدن پر پڑا اور اس بات کا حق بین عیسائی مصنفین کو بھی اعتراف ہے۔

سلطان عبدالرحمن سوم، الناصر الدین اللہ (۳۰۰-۳۵۰ ہجری)، حکم دوم (۳۵۰-۳۶۶ ہجری) اور ہشام دوم (۳۶۶-۳۹۹ ہجری) کا عہد، زندگی کی اور شؤن مختلفہ کی مانند فتوت اور شہسواری کا زرین عہد ہے۔ سلطان عبدالرحمن سوم کے جد اعلی نے اندلس میں پہلی بار امیرالمومنین کا لقب اختیار کیا۔ وہ بڑا مقتدر بادشاہ تھا۔ اسی عبدالرحمن اول نے مدینۃ الزہرا میں خرما کا پہلا درخت لگاتے ہوئے اپنے جذبات مسرت کو عربی شعر میں ادا کیا تھا جسے علامہ اقبال نے اردو میں منتقل کیا ہے (بال جبریل ۱۳۸-۱۳۹)۔

قرون مذکور میں غرناطہ اور اشبیلہ جوانمرد شہسواروں کی تربیت گاہیں تھیں اکثر عیسائی اعیان اپنی اولاد کو تعلیم و تربیت کے حصول کی خاطر وہاں بھیجتے تھے۔ عیسائی امراء کے نزدیک مسلمانوں کی جنگوں میں کامیابی کے اسباب ''جوانمردی'' اور ''شہسواری'' کی بنا پر تھے اس خاطر اس روش کی طرف ان

کی خاص توجہ مبذول رہتی تھی۔ اندلسی جوانمرد ''شہسواری'' کے ہی زیادہ شائق تھے۔ یہ لوگ تقویٰ، شجاعت، حسن اخلاق، حیاء اور عفت کے پیکر اور ساتھ ساتھ بے نظیر نیزہ باز اور تیر انداز تھے۔۱۰۴ سر زمین ہسپانیہ میں بعض بڑے ہی نامور شہسوار اور جوانمرد ہوئے ہیں۔ ان عیاروں ''صقوران'' میں ابوالغفران بہت مشہور ہے جس نے اپنی تاخت و تاز سے بادشاہ فرڈیننڈ پنجم کے ہوش اڑا رکھے تھے۔ دوسرا معروف شخص یوسف بن تاشفین (وفات ۵۰۰ ہجری) ہے جس کے کارنامے بہت مشہور ہیں اور نسیم حجازی صاحب نے اس کی شخصیت پر ایک اسلامی ناول لکھا ہے۔ اشبیلیہ کے ایک حاکم اور عربی زبان کے مشہور شاعر محمد معتمد بن معتضد عبادی کی ایک نظم کا اقبال نے '' قید خانے میں معتمد کی فریاد'' کے عنوان سے اردو میں ترجمہ کیا ہے۔ اسے یوسف بن تاشفین عیار نے ہی شکست دے کر ۴۸۴ ہجری میں قید کر دیا تھا۔ معتمد بڑا سخی، جوانمرد، فیاض اور ادبیات پرور شخص تھا مگر ابن تاشفین سے اختلاف ہو گیا اور زندانی بننا پڑا۔ کہتا ہے۔

مرد حر زنداں میں ہے بے نیزہ و شمشیر آج
میں پشیماں ہوں پشیماں ہے مری تدبیر بھی

خود بخود زنجیر کی جانب کھنچا جاتا ہے دل
تھی اسی فولاد سے شاید مری شمشیر بھی ۱۰۵

علامہ کو سر زمین اندلس اور جزیرہ سسلی سے ایک خاص محبت تھی۔ صقلیہ (جزیرہ سسلی) کے پاس سے گذرتے ہوئے ان کے جذبات امڈ آئے اور انہوں نے اس سر زمین پر ایسا ہی نوحہ کیا جیسا کہ سعدی نے بغداد کی تباہی پر، داغ دہلوی نے جہاں آباد کے مٹنے اور ابن بدروں نے غرناطہ کے زوال پر کیا تھا۔

نالہ کش ''شیراز کا بلبل'' ہوا بغداد پر
داغ رویا خون کے آنسو جہاں آباد پر

آسماں نے دولت غرناطہ جب برباد کی
ابن بدروں کے دل نا شاد نے فریاد کی

غم نشین اقبال کو بخشا گیا ماتم ترا
چن لیا تقدیر نے وہ دل کہ تھا محرم تیرا ۱۰۶

انہوں نے ۱۹۳۳ء میں ہسپانیہ کی سیر اور قرطبہ شہر کی مشہور '' جامع مسجد'' میں، جو اب گرجا ہے، علامہ نے نماز ادا کی۔ ۲۲ شوال ۶۳۶ ہجری کو فرڈی ننڈ سوم نے قرطبہ اور دوسرے شہر فتح کر لئے تھے اور اس مسجد کو جلد ہی چرچ بنا دیا گیا تھا۔ اس وقت سے لے کر ۱۹۳۳ء تک

علامہ کے علاوہ شاید کسی اور مسلمان نے وہاں نماز ادا نہیں کی تھی۔ ''بال جبریل'' میں فرماتے ہیں۔

وہ سجدہ روح زمین جس سے کانپ جاتی تھی
اسی کو آج ترستے ہیں منبر و محراب
ہوائے قرطبہ شاید یہ ہے اثر تیرا
مری نوا میں ہے سوز و سرور عہد شباب ۱۰۷

قرطبہ کی اسلامی تربیت گاہوں کے بارے میں فرماتے ہیں۔

ہے زمین قرطبہ بھی دیدۂ مسلم کا نور
ظلمت مغرب میں جو روشن تھی مثل شمع طور
بجھ کے بزم ملت بیضا پریشاں کر گئی
اور دیا تہذیب حاضر کا فروزاں کر گئی
قبر اس تہذیب کی یہ سر زمین پاک ہے
جس سے تاک گلشن یورپ کی رگ نمناک ہے ۱۰۸

''بال جبریل'' میں ہسپانیہ کے متعلق جو کچھ آپ نے لکھا ہے اسے پڑھ کر ہر غیرت مند مسلمان کے جذبات کا طوفان امڈ آنا اور دل کا بے قابو ہو جانا ایک فطری امر ہے۔ اس سر زمین سے ان کی عقیدت ان شعروں میں ملاحظہ کیجئے۔

ہسپانیہ تو خون مسلماں کا امیں ہے
مانند حرم پاک ہے تو مری نظر میں
پوشیدہ تری خاک میں سجدوں کے نشاں ہیں
خاموش اذانیں ہیں تری باد سحر میں
غرناطہ بھی دیکھا مری آنکھوں نے و لیکن
تسکین مسافر نہ سفر میں نہ حضر میں

''مسجد قرطبہ'' ان کی لازوال اور منفرد نظم ہے جس کے پائے کی نظم اسلامی ادب میں بمشکل ہی مل سکے گی۔ اس نظم میں انہوں نے اندلسی ''جوانمردوں'' (فتیان) کی سیرت اور ان کی نمایاں صفات کو بھی یکجا کر دیا ہے۔ ساری اصطلاحیں بھی وہی استعمال کی ہیں جو اس مسلک کے لئے مخصوص ہیں۔ اب ان جوانمردوں کے ذکر کے چند نمونے ملاحظہ ہوں۔

آہ وہ مردان حق، وہ عربی ''شہسوار''
حامل ''خلق عظیم''، صاحب صدق و یقین

جن کی نگاہوں نے کی تربیت شرق و غرب
ظلمت یورپ میں تھی، جن کی خرد راہ بین

جن کے لہو کی طفیل، آج بھی ہیں اندلسی
خوش دل و گرم اختلاط، سادہ و روشن جبیں

جن کی حکومت سے ہے فاش یہ رمز غریب
سلطنت اہل دل فقر ہے، شاہی نہیں

فارس ارباب ذوق، فارس میدان شوق
بادہ ہے اس کا رحیق، تیغ ہے اس کی اصیل

بوئے یمن آج بھی اس کی ہواؤں میں ہے
رنگ حجاز آج بھی اس کی نواؤں میں ہے

''مسجد قرطبہ'' کی تعمیر کا آغاز خلیفہ عبدالرحمن بن امیہ الداخل کے ہاتھوں ۱۶۸ ہجری میں ہوا۔ اس عظیم الشان مسجد کی تکمیل اس خلیفہ کا سب سے بڑا کارنامہ ہے۔ عبدالرحمن اول کے جانشین مسجد کی تذھیب و توسیع میں برابر کوشاں رہے۔ اس سلسے میں عبدالرحمن سوم اور حکم دوم مذکور نے نمایاں کام کیا۔ اس وسیع و عریض مسجد میں پوری اسلامی تہذیب نمایاں تھی اور فن تعمیر کے لاجواب شاہکاروں میں شامل رہی ہے۔ علامہ نے اس مسجد کے بارے میں جو تاثرات بیان فرمائے ہیں وہ عقیدت ہی نہیں، حقیقت ثابتہ ہیں۔

اے حرم قرطبہ، عشق سے تیرا وجود
عشق سراپا دوام جس میں نہیں رفت و بود

تیرا جلال و جمال، مرد خدا کی دلیل
وہ بھی جلیل و جمیل، تو بھی جلیل وجمیل

تیری بنا پائیدار، تیرے ستوں بے شمار
شام کے صحرا میں ہو جیسے ہجوم نخیل

تجھ سے ہوا آشکار بندۂ مومن کا راز
اس کے دنوں کی تپش، اس کی شبوں کا گداز

فترت کا دورانحطاط اور زوال

تقریباً آٹھویں صدی ہجری کے اوسط سے خانقاہی نظام میں خرابیاں پیدا ہونے لگیں اور صوفیہ پر کھلم کھلا انتقاد ہونے لگے۔ ان انتقادات کو معاصرانہ ادبیات اور تواریخ میں دیکھا جاسکتا ہے۔ اسی صدی سے نظام فتوت میں بھی خرابیاں نمایاں ہونے لگیں اسی زمانے میں ایرانی نامور شاعر اوحدی مراغہ ای نے اپنی مثنوی ''جام جم'' میں جوانمردوں پر سخت انتقاد لکھے۔ اس کے نزدیک فتیان نکمے، مفت خورے اور بداعمال ہوچکے اور زوایا کو بدکاریوں کا اڈہ بنا

رکھا ہے۔۱۱۰ اس کی بڑی وجہ اصناف اور پیشہ وروں کی عمومی شمولیت تھی جن کی وجہ سے زعماء اور نصحاء اپنے فرائض کما حقہ ادا نہیں کرسکتے تھے۔

پہلے بیان ہوچکا کہ پیشہ وروں کو گروہ جوانمردی میں شرکت سے محروم رکھا جاتا تھا۔ اس کا سخت رد عمل ہوا اور ساتویں آٹھویں صدی ہجری سے تمام اصناف اور پیشہ ور گروہ میں بزور شامل ہونے لگے۔ اس طرح دستکاروں کو معاشرے میں ایک معزز مقام مل گیا۔ (یہ اس تحریک کا اثر ہے کہ آج بھی عرب ممالک ترکی اور ایران وغیرہ میں پیشہ وروں کا بڑا وقار ہے اور کسی بھی پیشے کو برا اور پست کام نہیں سمجھا جاتا)۔ پیشہ وروں کی مختلف انجمنیں بنائی گئیں جن کے رئیس نامزد یا انتخاب کئے جاتے تھے۔ اس ضمن میں مختلف پیشوں کی جوانمردی اور ایثار کے بارے میں کئی کتابیں لکھی گئی ہیں جن کے قلمی نسخے استنبول اور تہران کے بعض کتب خانوں میں موجود ہیں۔ اصناف کی ان جوانمردانہ انجمنوں کو بڑا اقتدار نصیب ہونے لگا تھا۔ یہ لوگ سیاست ملکی میں دخیل ہونے لگے اخی اخیجق ایراقی نے اصناف کی مدد سے ؟؟ تبریز اور آذربائجان کی حکومت پر قبضہ کر لیا تھا اور ۷۵۸ سے ۷۶۰ ہجری تک اقتدار کو ہاتھ میں رکھا مگر اس آخری سال میں سلطان اویس سے مغلوب ہوگیا۔۱۱۱

صفویہ سلطنت کے بانی شاہ اسمعیل متخلص بہ خطائی (۹۰۶-۹۳۰ ہجری) نے بھی اصناف اور پیشہ وروں کی انجمنوں کی مدد سے اتنی قوت حاصل کرلی تھی۔ اس زمانے کے جوانمرد ''قزلباش'' کہلاتے تھے۔ سلطان کا والد حیدر (وفات ۸۹۸ ہجری) اس گروہ کی سرگرمیوں کے خلاف تھا اور شاہ اسمعیل کے جانشینوں نے بھی اس گروہ کے ساتھ مخالفانہ رویہ ہی اختیار کیا۔ شاہ عباس کبیر صفوی نے اس گروہ پر پابندیاں لگا دیں اور ان کے زوایا اور لنگر خانوں کو قانوناً بند کروا دیا۔ وجہ یہ تھی کہ بادشاہ ان کی قوت سے خائف تھا اور ہر وقت سلطنت کی فکر تھی کہ کب ان لوگوں کی ریشہ دوانیوں کا شکار ہو جائے۔ اسی زمانے میں سارے اسلامی ممالک میں ''جوانمردوں'' کے خلاف فضا ہموار ہونے لگی اور یہ بیچارے مختلف مقامات میں منتشر ہوگئے۔

ایران میں یہ منتشر اور پراگندہ جوانمرد شہر شہر میں جمع ہوگئے۔ یہ گروہ ''داش مشدی'' کہلاتا تھا۔ داش یا دا داش، اخ (برادر) کا مرادف ہے اور ''مشدی'' عامیانہ لہجے میں ''مشہدی'' کی بگڑی ہوئی صورت ہے۔ داش یا داداش مشدی دنگا فساد کرنے، لوٹ مار پھیلانے اور ایسے ہی دوسرے کام کرنے میں بدنام رہے ہیں۔۱۱۲ ہمارے ہاں کا مروج لفظ ''دادا'' جو اسی معنی میں استعمال ہوتا ہے ظاہراً ''داداش'' کا ہی مخفف ہے۔ عام لوگ ''داداگر'' بھی کہتے ہیں۔

ایران میں "جوانمردی" کی تحریک بہتر منظم رہی ہے۔ صفوی بادشاہوں کی کوششوں کے باوجود یہ تحریک منحل نہ ہو سکی۔ مرحوم عبداللہ مستوفی کی کتاب "شرح زندگانی من" "یا" تاریخ اجتماعی و اداری دورۂ قاچار" کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ گذشتہ صدی کے اواسط تک "جوانمرد" بڑی تعداد میں تہران شہر میں موجود اور سرگرم رہے ہیں۔ البتہ اب سیاسی پابندیوں کی بنا پر ان کی اصطلاحات اور اشارات اس نوعیت کے تھے کہ وہ خود ہی سمجھ سکتے تھے۔ ان کی دیگر فعالیتیں وہی تھیں جو "فتوت ناصری" کے ذکر کے سلسلے میں بیان کی گئی تھیں۔۱۱۳ جوانمردی کے صد ہا سال کے رواج کے آثار ایران اور عرب ممالک میں اب بھی مشہدد ہیں۔ "جوانمردی" یا "فتوت" اور ان کے اضداد الفاظ اب بھی عام انداز میں مروج اور تکیہ کلام بنے ہوئے ہیں اور قدم قدم پر اس مسلک کے اثرات کا احساس ہونے لگتا ہے۔

انتہائی زوال

جرمنی کے نامور محقق آنجہانی پروفیسر فرانتزتیشز (۱۸۸۸-۱۹۶۷ء) کی رائے کے مطابق جوانمردی کا انتہائی زوال دو وجوہ کی بنا پر ہوا: یورپ میں صنعتی انقلاب آجانے سے مشرق اسلامی ممالک میں ضروریات زندگی سستے داموں مہیا ہونے لگیں اس لئے ان ممالک میں پیشہ وروں اور اصناف کا وہ احترام نہ رہا۔ اس طرح "اصنافی فتوت" جو آخری منظم صورت تھی، پراگندہ اور بے اثر ہو کر رہ گئی۔ دوسرے یہ کہ جدید دور میں مستقل فوج اور پولیس کی موجودگی میں "جوانمردوں" کی رضاکارانہ خدمات کی چنداں ضرورت نہ رہی بلکہ اس قسم کی مسلح سیاسی اور معاشرتی تنظیموں کو حکومتوں کے مفاد کے خلاف سمجھا جانے لگا۔۱۱۴ ان وجوہ میں اصنافی فتوت والوں کی بے راہ روی اور غلط کاریوں کو بھی شامل کرلینا چاہئے۔

فتوت برصغیر ہند و پاکستان میں

مرحوم استاد سعید نفیسی نے فتوت کے برصغیر میں وارد ہونے کے بارے تردید کی ہے۔۱۱۵ اور راقم الحروف کو بھی فی الحال یہاں کی مفصل تشکیلات کا علم نہیں ہے۔ مگر کئی اشارات و علائم بلکہ بعض نیم شواہد موجود ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلک جوانمردی کا یقینی طور پر یہاں رواج رہا ہے۔

اس سے قبل حضرت بو علی شاہ قلندر کی "قلندریت"۱۱۶ کے بارے میں چند سطریں سپرد قلم کی جا چکی ہیں۔ حضرت میر سید علی ہمدانی کے رسالہ "فتوتیہ" اور ان کی جوانمردی کا ذکر بھی ہو چکا۔ ۷۷۳ سے ۷۸۶ ہجری تک آپ کی سرگرمیوں کی جولانگاہ وادی کشمیر رہی اور کوئی وجہ نظر نہیں آتی کہ آپ کے توسط سے روش فتوت کو تقویت نہ ملی ہو۔ سکھ مذہب پر بھی اسلامی

فتوت کی بعض رسوم کا اثر نظر آتا ہے ۱۱۷ اور ظاہر ہے کہ یہ برصغیر کے ہی مسلمانوں کا نفوذ ہوگا۔ اس کے علاوہ جو شواہد مل سکے ہیں، وہ مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ برصغیر کے ایک بادشاہ سلطان شہاب الدین محمد غوری نے، جیسا کہ پہلے بھی ذکر ہوچکا، خلیفہ الناصر الدین اللہ کا بھیجا ہوا خرقۂ فتوت پہنا تھا۔ اس کا یہ لازمہ نظر آتا ہے کہ اس نے اپنے اعیان و اکابر کے ذریعے اس مسلک کو یہاں رواج دیا ہوگا۔

۲۔ سلطان غیاث الدین بلبن کے بھتیجے امیر کتلوخان کے بارے میں لکھتے ہیں کہ وہ آئین جوانمرداں کا پیرو تھا۔ ۱۱۸

۳۔ یہاں کے اکثر صوفیہ اور بزرگان دین عملاً "جوانمرد" تھے۔ بعض صوفیہ کرام کا لقب "اخی"۱۱۹ تھا جو "جوانمرد" کا مرادف ہے۔ یہ لقب ان بزرگوں کے لئے مخصوص تھا جنہوں نے "جوانمردی" کے آداب و رسوم کو اپنا رکھا ہو۔ برصغیر کے ایک ایسے بزرگ حضرت "اخی" شیخ سراج الدین عثمان (وفات ۷۵۸ ہجری) ہیں جو حضرت نظام الدین الاولیاء دہلوی (وفات ۷۲۵ ہجری) کے مرید تھے۔ وہ اہل لکھنؤ تھے مگر مدتوں دہلی میں رہے اور ۷۲۸ ہجری سے لے کر وفات تک بنگال میں ہی رہے ہیں۔ مختصراً آپ کو "اخی سراج" کہا جاتا ہے۔۱۲۰ دوسرے صوفیہ "اخی" تو نہ تھے البتہ عملاً "جوانمرد" نظر آتے ہیں۔۱۲۱

۴۔ برصغیر کے بعض شعراء کا تخلص "فتوت" تھا۔ ان شعراء کے جو مختصر حالات ملتے ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ شعراء واقعی "جوانمرد" اور اس روش پر گامزن تھے۔ ایسے شعرا میں مندرجہ ذیل خاصے مشہور ہیں:

(الف) حبیب اللہ فتوت کشمیری (شاہجہان اور عالمگیر کا معاصر)
ب۔ میرزا ابو تراب فتوت ہروی لاہوری (داراشکوہ بن شاہجہان کا معاصر)
اور ج۔ فتوت حسین خان فتوت کشمیری (محمد شاہ رنگیلے کا معاصر)۔۱۲۲

بہر طور اس سلسلے میں راقم الحروف ابھی مختلف سرفروشانہ انجمنوں میں "تشکیلات جوانمردی" کی تلاش میں مصروف ہے۔

'آئین جوانمرداں اور اقبال' پر یہ مختصر گفتار یہاں پر ختم ہو رہی ہے مگر ابھی اس سلسلے میں اور بھی کام کرنا ہوگا۔ امیر خسرو نے کیا خوب

فرمایا ہے۔

مغاں کہ دانہ ی انگور آب میسازند ستارہ میشکنند، آفتاب میسازند

حسن ختام کی خاطر علامہ کے ایسے چند مزید اشعار نقل کئے جاتے ہیں جن میں جوانمردی یا اس روش کے کسی شعبے پر روشنی پڑتی ہے۔

عفو و عدل و بذل و احسانش عظیم هم بقهر اندر مزاج او کریم ۱۲۳

چو تاب از خود بگیرد قطرۂ آب میان صد گہر یک دانہ گردد
بہ بزم همنوایان آنچنان زی کہ گلشن بر تو خلوت خانہ گردد ۱۲۴

خدا کے عاشق تو ہیں ہزاروں بنوں میں پھرتے ہیں مارے مارے
میں اس کا بندہ بنوں گا جس کو خدا کے بندوں سے پیار ہوگا

در غم دیگر بسوز و دیگران را هم بسوز
گفتمت روشن حدیثی، گر توانی دار گوش

یہی مقصود فطرت ہے یہی رمز مسلمانی
اخوت کی جہانگیری، محبت کی فراوانی
بتان رنگ و خوں کو توڑ کر ملت میں گم ہو جا
نہ تورانی رہے باقی، نہ ایرانی نہ افغانی ۱۲۵

غلام همت بیدار آن سوارانم
ستارہ را بسنان سفتہ در گرہ بستند ۱۲۶

با دمی نرسیدی، خدا چہ می جوئی؟ زخود گریختہ ای، آشنا چہ می جوئی ۱۲۷

یہ ہے خلاصۂ علم قلندری، کہ حیات
خدنگ جستہ ہے لیکن کمال سے دور نہیں
تیری نگاہ سے دل سینوں میں کانپتے تھے
کھویا گیا ہے تیرا ''جذب قلندرانہ'' ۱۲۸

صید مومن این جہان آب و گل باز را گوئی کہ صید خود بہل؟
حل نشد این معنی مشکل مرا شاهین از افلاک بگریزد چرا؟
وای آن شاهین کہ شاهینی نکرد مرغکی از چنگ او نا مد بدرد ۱۲۹

صلہ تیرا تیری زنجیر یا شمشیر ہے میری؟
کہ تیری رہزنی سے تنگ ہے دریا کی پہنائی
سکندر، حیف تو اس کو ''جوانمردی'' سمجھتا ہے
گوارا اس طرح کرتے ہیں ہم چشموں کی رسوائی؟
تیرا پیشہ ہے سفاکی، میرا پیشہ ہے سفاکی
کہ ہم قزاق ہیں دونوں، تو میدانی میں دریائی ۱۳۰

قلندرانہ ادائیں، سکندرانہ جلال
یہ امتیں ہیں جہاں میں برہنہ شمشیریں
خودی سے مرد خود آگاہ کا جمال و جلال
کہ یہ کتاب ہے، باقی تمام تفسیریں ارمغان حجاز، ۲۷

منابع اور حواشی:

(۱) بانگ درا صفحہ ۲۸۴-۲۸۵ (۲) زبور عجم ۱۷۴ (۳) بال جبریل ۸۳،۵۰ (۴) ارمغان حجاز ۱۰، ۱۱، ۱۶۴ (۵) ان تحقیقات کی تفصیل کو Index Islamicus اور اس کے دو Supplements میں "Futuwwa" کے عنوان دیکھا جا سکتا ہے۔ (۶) ملاحظہ ہو شیخ ابو عبداللہ محمد ابن المعمار حنبلی (وفات ۶۴۲ ہجری کی "کتاب الفتوۃ" صفحہ ۱۴۹، چاپ بغداد ۱۹۶۰ء (۷) یہ لفظ عربی سے ترکیب پایا ہے اس لئے کہ شاول، تشاول کے معنی نیزہ کے ساتھ حملہ کرنے کے ہیں اور یورپ کے Chivalrous یا Knight Errants کے کام اسی قسم کے رہے ہیں۔ (۸) ملاحظہ ہو اسرار و رموز ۱۸۳ اور جاوید نامہ ۱۷۰ وغیرہ (۹) از سعدی تا جامی چاپ تہران صفحہ ۵۳۵ (۱۰) گلستان باب چہارم اور بوستان باب دوم (۱۱) دیوان جویا چاپ لاہور ۱۹۹-۲۰۵ (۱۲) اسرار و رموز صفحہ ۲۰-۲۱ (۱۳) کتاب الفتوۃ صفحہ ۱۵۷ (۱۴) سرچشمہ تصوف در ایران ۱۳۴ (۱۵) جلد دوم، چاپ تہران ۱۱۲، ۱۱۴ (۱۶) قلمی نمبر ۶۷۴۷ کتب خانہ مجلس شورایملی تہران (۱۷) پیام مشرق ۲۶۲ (۱۸) ارمغان حجاز ۱۶۵ (۱۹) کتاب الفتوۃ، ابن المعمار ۲۴۲، ۲۴۹ (۲۰) آیہ ۹۰ النحل (۲۱) اسرار و رموز ۱۲۴ (۲۲) کتاب الفتوۃ، ابن المعمار صفحہ ۱۱، ۱۲۳ (۲۳) اسرار و رموز صفحہ ۱۸۳ تا ۱۸۸ (۲۴) صفحہ ۲۶ (۲۵) کتاب الفتوۃ صفحہ ۱۵۸ (۲۶) جاوید نامہ ۲۳۱-۲۳۲ (۲۷) ایضاً ۱۵۱ جو ماخوذ از کتاب الطواسین ہے (۲۸) کتاب الفتوۃ ۱۵۸ (۲۹) اسرار و رموز ۲۳ (۳۰) زبور عجم ۱۸۴ (۳۱) بال جبریل ۱۹۰ (۳۲) ضرب کلیم ۱۲۹ (۳۳) "فتوت نامہ" یا "فتوتیہ" اس منشور یا منظوم کتاب کو کہتے ہیں جس میں مسلک فتوت کے آداب و رسوم مندرج ہوتے ہیں اس قسم کی پندرہ کتابیں راقم الحروف کی نظر سے گذری ہیں۔
(۳۴) سر دین صدق مقال اکل حلال۔ خلوت و جلوت تماشای جمال (جاوید نامہ ۲۰۴) (۳۵) "محمد، پیغمبری کہ از نو باید شناخت" چاپ تہران صفحہ ۳۶ اور رحمۃ للعالمین جلد اول مطبوعہ لاہور صفحہ ۴۴
(۳۶) کتاب الفتوۃ ابن المعمار صفحہ ۲۴۱ یہ شعر منشی ابو المعالی نے بھی اپنی "کلیلہ و دمنہ" میں نقل کیا ہے۔ (۳۷) یہاں یہ امر قابل توجہ ہے کہ نبی اکرم صلعم نے حضرت یوسف علیہ السلام کو "اخی" (میرا بھائی) خطاب

فرمایا ہے اور جوانمرد اسی اصطلاح سے استفادہ کرتے ہیں۔ دیماہ ۱۳۳۵ شمسی صفحہ ۷۵ - (۳۸) ۹۱ سورۃ یوسف (۳۹) اسرار و رموز صفحہ ۲۱
(۴۰) کتاب الفتوۃ ابن المعمار ۲۸۴ - ۲۸۵ (۴۱) الدہر ۸-۹
(۴۲) دیوان فروغی باہتمام مرحوم سعید نفیسی، تہران ۹۳
(۴۳) اسرار و رموز ۱۷۷ (۴۴) زبور عجم ۱۴۹ (۴۵) اسرار و رموز ۵۳
(۴۶) مسافر ۳۸ (۴۷) پس چہ باید کرد ۲۳-۲۴ (۴۸) ذوالفقار علی رض کے بارے میں اختلاف ہے کہ یہ کہاں سے ہاتھ لگی تھی۔ بعض کے نزدیک یہ شمشیر فتح خیبر کے اموال غنیمت میں ہاتھ آئی اور رسول اکرم صلعم نے فاتح خیبر کو مرحمت فرمادی تھی۔ ایک گروہ کا خیال ہے کہ رومی سفیر مقوقس نے اسے پیغمبر صلعم کی خدمت میں ہدیہ کیا تھا۔ تفصیل ''گلستان سعدی'' کے حاشیے نوشتہ استاد ڈاکٹر سید خلیل خطیب رہبر اور کتاب الفتوۃ ابن المعمار صفحہ ۷ اور ۹۸ میں دیکھی جاسکتی ہے۔ (۴۹) اتنی شہرت کے باوجود یہ حدیث معتبر کتابوں میں نہیں ملتی۔ دیکھئے سفینہ" الجارح مجلد دوم چاپ نجف اشرف ۱۳۵۵ق صفحہ ۳۴۵ - (۵۰) مسلم اول ''شہ مردان علی رض۔ عشق را سرمایۂ ایمان علی رض (اسرار و رموز ۵۲) - (۵۱) کلیات (قصائد) چاپ تہران صفحہ ۳۲۹ - (۵۲) فرہنگ ایران زمین شمارہ ۱۰ سال ۱۳۴۱ شمسی۔ (۵۳) دیوان اوحدی، تہران ۵ - (۵۴) حضرت زہرا رض کے ایثار کے بارے میں فرمایا۔

بہر محتاجی دلش آنگونہ سوخت
با یہودی چادر خود را فروخت (اسرار و رموز ۱۷۸)

(۵۵) اسرار و رموز ۱۷۷-۱۷۸ (۵۶) آیہ ۱۰۷ سورہ ۳۷ الصفت
(۵۷) اسرار و رموز ۱۲۶ - ۱۲۸ (۵۸) بال جبریل ۶۳ -
(۵۹) بانگ درا ۳۰۲ (۶۰) ضرب کلیم ۲۹ (۶۱) برائے تفصیل ملاحظہ ہو: روضات الجنان و جنات الجنان مؤلفہ حسین کربلائی (وفات ۹۹۷ ہجری) جلد اول چاپ تہران، سر چشمہ تصوف در ایران اور خلاصہ" المناقب مؤلفہ جعفر بدخشی (وفات ۷۹۲ ہجری) عکسی، تہران۔
(۶۲) ''الملامتیہ و الصوفیہ و اہل الفتوۃ'' مع رسالہ الملامتیہ مؤلفہ ڈاکٹر ابوالعلا عفیفی، قاہرہ ۱۳۶۴ ق اور اس کا فارسی ترجمہ ''ملامتیان و صوفیان و جوانمردان'' (۲۱) مترجمہ آقای علی رضوی کابل ۱۳۴۴ ش - (۶۳) کتاب الفتوۃ ۱۳۷-۱۳۸ آیت ۱۳۸ سورہ یوسف میں سے ہے (۶۴) ایضاً ۱۵۳
(۶۵) علامہ اقبال نے زبور عجم ۱۶۰ اور جاوید نامہ ۳۲ میں ''رفیق'' کو اس طرح نظم کیا ہے کہ ''رفیقان جوانمرد'' کا سماں آنکھوں کے سامنے آ جاتا ہے۔

من از طریق نه پرسم، ''رفیق'' می جویم
که گفته اند که نخستین ''رفیق'' و بازطریق

من چو کوران دست بر دوش ''رفیق''
پا نهادم اندر ان غار عمیق

(۶۶) اشعارناصری سیواسی مذکور کے ھیں۔ فرھنگ ایران زمین جلد ۱ سال ۱۳۴۱ ش۔ نیز ملاحظه هو سرچشمه تصوف درایران، چاپ تہران صفحه ۱۹۳ (۶۷) نفائس الفنون فی عرائس العیون جلد دوم صفحه ۱۱۵ (۶۸) مجله ''معارف اسلامی'' سازمان اوقاف تہران شماره ۸ بہمن ماه ۱۳۴۷ شمسی بامقدمه و تصحیح راقم الحروف۔ ابتدائی اشعار اس طرح ھیں:

الا ای هوشمند خوب کردار
بگویم باتو رمزی چند ز اسرار

چون دانش داری و هستی خردمند
بیاموز از فتوت نکته ای چند

که هفتاد و دو شد شرط فتوت
یکی زان شرطها باشد مروت

(۶۹) سفرنامه ابن بطوطه (فارسی ترجمه)، تہران صفحه ۲۸۱-۳۰۰ (۷۰) الصلة بین التشیع و التصوف مجلد دوم تالیف ڈاکٹر مصطفیٰ یشبی، بغداد صفحه ۱۹۷ (۷۱) ارمغان حجاز صفحه ۴۳

(۷۲) خداوندا یه تیرے ساده دل بندے کدھر جائیں
که درویشی بھی عیاری ہے سلطانی بھی عیاری (بال جبریل ۵۸)

عقل عیار ہے سو بھیس بنا لیتی ہے
عشق بیچاره نه ملا ہے، نه زاهد نه حکیم (ایضاً ۸۸)

(۷۳) کتاب الفتوة ابن المعمار ۱۴۱، ۲۹۹ (۷۴) تاریخ تمدن اسلام از جرجی زیدان (فارسی ترجمه) جلد۵، تہران ۶۱ (۷۵) زبور ۱۳۵ (۷۶) جاوید نامه ۹۹ (۷۷) بال جبریل ۵۵، ۹۸ (۷۸) جاوید نامه ۶۶
(۷۹) بال جبریل ۹۹، ۱۴۷، ۲۱۲ (۸۰) ضرب کلیم ۱۳۷، ۱۱۶ (۸۱) دیوان حافظ بتصحیح مرحومین علامه محمد قزوینی اور ڈاکٹر قاسم غنی، تہران صفحه ۱۲۰
(۸۲) پیام مشرق ۲۱۱ (۸۳) چاپ تہران صفحه ۴۲۹ (۸۴) قلمی نمبر ۱۰۵۵-ط کتب خانه مجلس شورای ملی' تہران (۸۵) پیام مشرق ۱۹۵ (۸۶) بال جبریل ۵۰، ۲۴۷، ۱۰۲ (۸۷) ارمغان حجاز ۱۸۷، ۱۹۱ (۸۸) زبور عجم ۱۰۰، ۹۶، ۱۷۰ (۸۹) جاوید نامه ۲۲۵، ۲۲۱ (۹۰) بال جبریل ۴۹، ۵۳، ۹۹۔

(۹۱) ضرب کلیم صفحہ ۳۸،۳۶،۳ (۹۲) ایضاً صفحہ ۳۵ (۹۳) ارمغان حجاز ۲۱۰،۱۶۵،۹۰ (۹۴) اسرار و رموز صفحہ ۱۸۳ (۹۵) اسرار و رموز ۲۹،۲۷ (۹۶) ارمغان پاک صفحہ ۱۱۲،۱۰۷ (۹۷) ''علم ہے ابن الکتاب، عشق ہے ام الکتاب'' (ضرب کلیم ۱۳ دیکھئے ''علم و عشق'') اسرار و رموز فرماتے ہیں۔

علم مسلم کامل از سوز دل است
معنی اسلام ترک آفل است (۲۷)
(۹۸) میندیش از کف خاکی میندیش
بجان تو کہ من پایان ندارم (زبورعجم ۵۳)

(۹۹) اسرار و رموز ۷۰-۷۲ (۱۰۰) علامہ فرماتے ہیں۔
تیغ ایوبی رہ نگاہ بایزید رہ- گنجہای ہر دو عالم کلید (پس چہ باید کرد ۵۲)
(۱۰۱) زندگانی عجیب یک خلیفہ عباسی۔ مجلہ شرق شمارہ ۱۰ سال ۱۳۰۹ش۔ مرحوم استاد عباس اقبال آشتیانی کا مقالہ (چاپ تہران)۔
(۱۰۲) بال جبریل (۱۰۳) ارمغان حجاز (۱۰۴) تاریخ اسلام کے حیرت انگیز لمحات (ترجمہ از عربی) حیدرآباد دکن ۱۹۳۷ء صفحہ ۱۵۰-۱۵۱ اور 'Literary History of the Arabs' by R. Nicholson pp 84-85.
(۱۰۵) بال جبریل ۱۳۷ (۱۰۶) بانگ درا ۱۳۲ (۱۰۷) بال جبریل ۵۶-۵۷
(۱۰۸) بانگ درا ۱۵۶ (۱۰۹) بال جبریل
(۱۱۰) دیوان اوحدی مراغہ ای ''درفتوت داران بدروغ'' صفحہ ۵۶۳-۵۶۸
(۱۱۱) مجلہ دانشکدہ ادبیات تہران، دیماہ ۱۳۳۵ شمسی صفحہ ۷۸
(۱۱۲) سرچشمہ تصوف در ایران ۱۳۲-۱۳۳ (۱۱۳) جلد اول، چاپ تہران ۱۳۲۱/شمسی ۱۹۴۳ء۔ اس کتاب کے مؤلف نے اپنے تجربات اور چشم دید واقعات کو قلم بند کیا ہے۔ (۱۱۴) مجلہ دانشکدہ ادبیات مذکور ۹۲-۹۳
(۱۱۵) سرچشمہ تصوف در ایران ۵۶ (۱۱۶) قلندریت پر علیحدہ مقالے لکھنے کی ضرورت ہے شعر میں شیخ ابوسعید ابوالخیر (وفات ۴۴۰ ہجری)، شیخ عین القضاۃ ہمدانی (مقتول ۵۲۵ ہجری)، حکیم سنائی، حکیم خاقانی، شیخ عراقی ہمدانی (وفات ۶۸۸ ہجری)، سعدی اور حافظ کے کلام سے استناد ہو سکتا ہے۔ (۱۱۷) اس سلسلے میں ان کے ''کچھے'' کی رسم اور اہمیت کے بارے میں اشارہ کافی ہے جو ''جوانمردی'' کے تصور شلوار سے ماخوذ ہے۔ ''سر زمین ہند'' تالیف ڈاکٹر علی اصغر حکمت، تہران صفحہ ۲۸۸۔
(۱۱۸) امیرخسرو دہلوی تالیف قوئم الدولہ، تہران صفحہ ۱۹ (۱۱۹) ''الخی''

کے اوصاف حضرت میر سید علی همدانی کے رسالہ ''فتوتیہ'' سے یہاں نقل کئے جاتے ھیں: ''...ای عزیز، ''اخی'' باید کہ بمکارم اخلاق موصوف بود وبخصائل پسندیدہ آراستہ باشد: باپیران بحرمت باشد؛ باجوانان بنصیحت، باطفلاں بہ شفقت، باضعیفاں برحمت، بادرویشان بہ بزل و سخاوت، باعلماء بتوقیر و حشمت، باظالمان بعداوت، بافاجران باھانت، باخلق باحسان و مروت باحق بہ تضرع و استکانت، بانفس بجنگ، باخلق بصلح، باھوا بمخالفت، باشیطان بمحاربت، برجفای خلق متحمل، در مقابل اعداء حلیم، در وقت مصائب صابر، در حالت رجاشاکر، بعیوب نفس خود عارف، از ذکر عیوب خلق ساکت، اندوہ و مصیبت خلق را کارہ، بتقدیرات قضای ازلی راضی، از بدعت و ھوادور، قدم در شریعت را سخ، نفس در طریقت ثابت، از مواضع تہمت محترز، برعلم نجات حریص، از اھل غفلت متنفر، در سفر مصاحبان رابطاعت معاون، بر جماعت مواظب، زیر دستان را ناصح، باندک دنیا قانع، در احوال و اھوال آخرت متفکر، از افعال و اقوال خود خائف، از فضیحت و رسوائی قیامت ترساں و بفضل و عنایت دیان امیدوار . . . این است بعض از خصال ''اخی'' کہ ذکر کردہ شد، چنانکہ از مشائخ طریقت و ارباب فتوت مشاھدہ افتادہ است و وجوب این جملہ در طریقت فتوت بدلائل آیات و اخبار ثابت شدہ است و ذکر آن جملہ اطنابی دارد و بدین قدر اختصار کردہ شدہ است'' اس فصیح عبارت میں لفظ ''اخی'' کے اوصاف ملاحظہ کئے جاسکتے ھیں -

(۱۲۰) تذکرہ صوفیائے بنگال مؤلفہ اعجاز الحق قدوسی ۳۰۹-۳۱۰

(۱۲۱) ماھنامہ المعارف لاھور، فروری ۶۹ء صفحہ ۲۳،۲۶ (۱۲۲) تذکرہ شعرای کشمیر تکملہ جلد سوم بکوشش سید پیر حسام الدین راشدی و باھتمام اقبال اکیڈمی صفحہ ۱۰۸۲، اور اکیڈمی ھی کی طرف سے شائع شدہ تذکرہ شعرای پنجاب بکوشش سرھنگ خواجہ عبدالرشید صفحہ ۲۷۱ (۱۲۳) اسرار و رموز ۱۶۲

(۱۲۴) پیام مشرق ۳۰ (۱۲۵) بانگ درا ۱۵۱،۲۰۹،۳۰۷

(۱۲۶) زبورعجم ۱۵۵ (۱۲۷) جاوید نامہ ۲۲۰ (۱۲۸) بال جبریل ۷۵،۸۱ (۱۲۹) پس چہ باید کرد مع مسافر ۲۵،۲۶ (۱۳۰) ضرب کلیم صفحہ ۱۵۷ - ان تیس شعروں والی نظم کا عنوان ''ایک بحری قزاق اور سکندر'' ہے - پہلا شعر سکندر کا قول ہے اور دو شعر قزاق عیار کا دندان شکن جواب -

★ Introduction to the Thought of Iqbal translation from French by M. A. M. Dar, Size 18 × 22/8 pp. 53 — 2.50

★ The Place of God, Man and Universe in the Philosophic System of Iqbal by Dr. Jamila Khatoon, Size 18 × 22/8 pp. 184 — 12.00

★ A Bibliography of Iqbal compiled by Khwaja Abdul Wahid, Size 18 × 22/8 pp. 224 — 12.00

★ Letters and Writings of Iqbal Edited by B. A. Dar, Size 18 × 22/8, pp. viii + 139 Indexed Illustrated. — 6.00

Art Paper 8.00

★ Selected Letters of Sirhindi Edited with introduction by Dr. Fazlur Rahman Size 20 × 26/8 — 25.00

IQBAL ACADEMY-KARACHI